ازالۃ الرین والمین

عن

مشاہد الحرمین الشریفین

معہ خلاصۂ تقریر حضرت مولانا عبد الباری صاحب دام ظلہ فرنگی محل لکھنؤ

کہ جس میں رسالہ مزارات حجاز کا منصفانہ جواب کے علاوہ

اسلامی معلومات کا بہترین ذخیرہ بھی موجود ہے!

بزیر سرپرستی انجمن حفظ المسلمین امرتسر

آسی کے قلم سے

سنہ ۲۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لاہلہ والصلوٰۃ علی اہلہا۔ آج کل حجاز کی کشمکش کا باعث دو افراد سمجھے جا سکتے ہیں ایک عالم شریف حسین کی بے اعتنائی دوسرے ابن سعود کی سفاکانہ فرمانروائی۔ شریف حسین نے اس سے پہلے جس استبداد کو شیوہ بنا کے حجاج بیت اللہ کی ہلاکت، مقامات مقدسہ کی بربادی اور حرمین کی بد انتظامی میں حصہ لیا ہے۔ وہ در اصل آئندہ خونریزی اور ہلاکت اہل حجاز کا پیش خیمہ تھا جو ابن سعود کی ذات نامسعود سے تکمیل پا رہا ہے۔ ابن سعود نے شریف حسین سے بھی بڑھ کر حجاز کی بربادی میں کوشش کی ہے۔ وہ صرف [illegible] کی بنیادوں کو کھوکھلی کر رہا تھا اور اس نے بیرونی عمارتیں بھی منہدم کرنی شروع کر دی ہیں۔ بظاہر بہانہ یہ کیا جاتا ہے کہ مقابر کے تحفظ خلاف اسلام ہیں اور جو شخص ان کو گرانے میں کوشش نہیں کرتا وہ مشرک اور کافر ہے۔ (دیکھو کتاب مجموعہ التوحید صفحہ ۱۹) اور اہل حق کے نزدیک یہ مسئلہ بالکل بے دلیل ہے۔ مگر چونکہ ہندوستان کی

واقعہ نہروان کہتے ہیں)

(۵) عہد یزید میں پھر دشمنان اہل بیت نے ۶۱ھ ہجری میں اہل بیت پر جو ستم ڈھایا ہے وہ روز روشن کی طرح نمایاں ہے۔ امام حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر جو تشدد جاری کیا گیا تھا کہ خلافت کے باغی بہ طور جہاد اشاعت اسلام میں داخل ہے۔ ان زاہدوں اور متقیوں کے اس واقعہ کو کربلا کہتے ہیں۔ ایک مورخ کا قول ہے۔ کہ ان متقیوں نے یوم شہادت کو یوم عید منایا اور اہل بیت کے سروں کو نیزوں پر چڑھا کر شہر بہ شہر تشہیر کرائی اور درخواست کرنے پر بھی دفن کرنے سے روک دیا گیا۔ خود یزید نے اپنی لاٹھی سے امام حسین کے رخسارہ پر اشارہ کر کے کہا۔ کہ کیا یہی چہرہ ہے کہ جسے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم شفقت سے بوسہ دیا کرتے تھے؟

(۶) عہد یزید کے بعد بنی امیہ کمزور ہو جاتے ہیں۔ تو کوفہ سے مختار ثقفی اٹھتا ہے۔ اور کوفہ شام اور دیگر بلاد اسلامیہ پر قابض ہو کر واقعہ کربلا کے عوض اس وقت کے مسلمانوں کو تہ تیغ کرتا ہے۔ جس میں تقریباً ستر ہزار آدمی جان بحق ہوتے ہیں۔ اور بنی امیہ پر وہ مصیبت آتی ہے۔ کہ ان کا بچہ بچہ خون کے گھاٹ پہنچ جاتا ہے۔ اور چھ سال کے بعد مصعب بن زبیر کی لڑائی میں مختار قتل کیا جاتا ہے۔

(۷) عبد الملک کے زمانہ میں پھر بنی امیہ کی خلافت نے کچھ پاؤں جمائے تھے مگر حرمین شریفین کا علاقہ ابھی تک ممالک محروسہ میں داخل نہ تھا۔ اس لئے عبد الملک کی فوجیں بیت اللہ شریف کے ارادہ

احاطہ ڈال کر جب بیکار ہو جاتی ہیں۔ بیت اللہ شریف آتش بازی سے
جل جاتا ہے۔ لوگ قتل کئے جاتے ہیں۔ اور خلیفہ کہ حضرت عبد اللہ بن
زبیر کو علی الاعلان باغی کی سزا دی جاتی ہے۔ اس وقت چند لوگوں نے
سمجھایا کہ مقامات مقدسہ پر ہوا اور بیت اللہ شریف پر منصوبہ حملہ آور
ہونا اور یہاں پر قتل و خون ریزی کا مرتکب ہونا مسلمان کا کام نہیں مگر حکام
وقت کی طرف سے یہی جواب آتا تھا۔ باغیوں کا اخراج کو مسلط سے واجب
ہے۔ اور ان کی جماعت سے مکہ کو پاک کرنا ضروری ہے گو بیت اللہ شریف کا نشانہ
کر دیا۔ مگر عبد اللہ بن زبیر صحابی کو چین نہ لینے دیا۔

(۲) محبان اہل بیت میں سے ایک جماعت یہ کہکر بیکار رہی کہ حق خلافت
محمد بن حنفیہ کو پہنچتا ہے۔ اور دوسری جماعت کا دعوے تھا کہ یہ حق حضرت
علی بن حسن بن علی سے مخصوص ہے۔ پس ان کی آویزشیں یہ خوب چلتی رہی
اور یہ وہ زمانہ تھا کہ خلفائے بنی امیہ کا آخری خلیفہ مروان الحمار ۱۳۲ھ میں
حکمران تھا اور سلطنت آخری دموں پر اپنے لب خشک کر رہی تھی
آخر میں بنی ہاشم نے اژندران اور طبرستان پر قبضہ جما لیا۔ اور کچھ مدت تک
حکمران رہ کر سلطنت منسوب ہو گئے۔ مگر تاہم انکے کچھ متفرقات
انکے قبضہ میں رہے جس کی وجہ سے مکہ مکرمہ کی حکومت آج تک اسی
خاندان میں رہی۔ اور اس خاندان کا نام زیدی پڑ گیا۔ کیونکہ یہ لوگ علی
بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی بجائے آپ کے بیٹے زید بن علی بن حسن
بن علی کے تابعدار ہو گئے تھے یہی زیدیہ خاندان شریف کے لقب
سے مشہور ہے۔ اور آج ابن سعود نے اس خاندان کو وہاں سے

اور ان پر قبوں سے کہیں بلند تھیں جو عبد الملک کے زمانہ میں حجاج ستمگر
اور سلام کرتا [illegible] شریف پر کرنے سے منع نہ کرتا تھیں۔ اور وہاں
کے باشندوں کو بالکل تصور کر کے تہ تیغ کر دیا تھا۔ یہ پچھ فوجوں کے مظالم
[illegible] اور منبر رسول کریم کے مسجد نبوی
میں گھوڑے بند ہوا کرتے تھے۔ اور اہل بیت کی مستورات کی بے پردگی
کی گئی۔ بہرحال ابن سعود کے مظالم ان شہروں میں یوں بیان کئے جاتے
ہیں کہ

(۱) جنت البقیع کے مزارات گرا دیئے۔

(۲) کربلا معلیٰ کے تمام مزارات کا صفایا کر دیا تھا۔

(۳) ان مزارات کے خدام کے ساتھ بری طرح سے سلوک کیا تھا۔

یہی حال کہ جب ان کی یہ تباہ کاریاں دیکھ کر محمد علی پاشا خدیو مصر کا کلیجہ منہ
کو آگیا۔ اور اہل بیت کی محبت اور مزارات کی عظمت نے اسے چین نہ لینے دیا
چنانچہ فوراً خلیفہ وقت سلطان محمود اول سے اجازت حاصل کرنے کے بعد
ابن سعود پر فوجیں لے کر آ پڑا۔ وہ درعیہ کو بھاگ گیا۔ تو والی نے بیٹے ابراہیم پاشا
کو [illegible] کر کے درعیہ پر چڑھ آیا۔ ابن سعود وہاں سے بھاگ کر اپنے دارالخلافہ
[illegible] کی نہ چھوڑا بلکہ اسے گرفتار
کر کے خلیفہ کے پاس روانہ کر دیا جہاں جاتے ہی صلیب پر لٹکا دیا گیا۔

اس وقت ابن سعود کے تمام ارادوں پر پانی پھر گیا۔ گو وہ روضۂ نبی صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسمار کرنا چاہتا اور یہ ارادہ اس کا آخری
ارادہ تھا کیونکہ اس سے پہلے اہل بیت نبوی کے تمام مزارات کو مسمار کر چکا تھا

مگر خدا تعالیٰ نے آپ کے روضہ مطہرہ کو بال بال بچا لیا۔ اور یہ حفاظت آپ جیسے ہی حفاظین کے ہم پلہ تھی جبکہ عیسائیوں نے خفیہ سرنگ کے ذریعہ آپ کی لاش نکالنے کو چند صوفی منش مسلمان نما توحید کیش جاسوس بھیج کر اسلام کا خاتمہ کرنا چاہا تھا۔ مگر خدا بھلا کرے ترکی سلطنت [illegible] کے ایک سلطان نے ذرا ایسے ناہنجاروں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اور اب تک روضہ مطہرہ کے ارد گرد لوہے اور سیسہ وغیرہ کی دیوار چند ادوی تحتی اساد پر سے اسکو گنبد کی شکل میں بنا دیا تھا۔ اگر کسی بد معاش کو پھر کچھ بھی ایذا رسانی کا موقعہ نہ ملے۔ بس آہنی دیوار کے باہر ارد گرد ایک آہنی ویٹیکر (جنگلا) بھی لگوا دیا گیا۔ کہ کسی بے ایمان کو اس دیوار تک بھی رسائی نہ ہو سکے خدا کی شان ہے۔ کہ کوئی آپ کی محبت میں دل اور جان بھی قربان کرنے کو تیار ہے۔ اور کوئی ایسا بیرحم انسان ہے۔ کہ خود اپنے نبی کی تربت اطہر کو بت خانہ تصور کر کے خاک میں ملا دینا اسلام کا فرض اولین سمجھتا ہے۔ اور اس کے تابعین آج تک کف افسوس ملتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ہائے یہ کام ادھورا رہ گیا!!

(۱۰) روضہ اطہر نبویہ پر عیسائیوں کے دل شکن حملہ کی نسبت یوں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ۵۵۷ھ ہجری میں سلطان نورالدین (سلطان دمشق) نے تین رات متواتر خواب میں دیکھا۔ کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ مجھے عیسائیوں کی شرارت سے بچاؤ اور اشارہ فرما کر وہ دو شخص شناخت بھی کروا دیئے تھے۔ سولہ دن سفر کرنے کے بعد وہ مدینہ پہنچا۔ اور اہل مدینہ پر انعام کا خزانہ کھول دیا جس سے تمام والیان مدینہ لبریز ہو گئے۔ مگر وہ دو شخص ابھی تک نمودار نہ ہوئے

جو خواب میں دکھائے گئے تھے۔ آخر مسجد نبوی کے پاس روضہ مطہرہ کے
مغرب میں ایک ویران سا مکان تھا۔ اس پر دو مغربی زائرین نما صوفی منش
آدمی پائے گئے جو کلام اللہ کی تلاوت میں مصروف تھے۔ تلاش کے بعد
معلوم ہوا کہ رات کو نقب لگاتے ہیں جو سیدھی مزار نبوی کو جاتی ہے
اور اس کی مٹی کسی دور کے گڑھے میں رات ہی رات پھینک آتے ہیں۔ دن
کو اس سرنگ پر مصلے بچھا کر قرآن و حدیث کی لوگوں کو تلقین کرتے ہیں
وہ نقب مزار اطہر کے قریب ہی جا پہنچی تھی کہ آندھی چلی اور ایک زلزلے کے
ذریعہ وہ نقب بیٹھ گئی۔ تو سلطان نورالدین نے ان دونوں کو قتل کیا اور
آگ میں جلا دیا۔ اس کے بعد جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ انہی دیواروں سے
روضہ مطہرہ کو محفوظ کر دیا جسے ابن سعود نجدی گرانا چاہتا تھا۔

(۱۱) حجرہ مقدس کہ جس میں آپ کا مزار ہے۔ پہلے آپ ہی نے اسے
کچی اینٹوں سے تعمیر کرایا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد الولید بن عبدالملک
کے عہد میں گر گیا۔ تو [illegible] میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بنی امیہ کے
عہد میں منقش پتھروں سے دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔ اور اس میں کچھ وسعت بھی
کی تھی۔ اس کے بعد آس پاس ایک خطیرہ (چھوٹی چھوٹی دیوار) بھی بنوادی
تھی جو مغرب کی طرف سے حجرہ مقدس کے بالکل متصل ہے۔ پھر اس دیوار کے
اوپر لکڑی کا جنگلہ چار چار گز شرقی اونچا لگا دیا جس سے وہ مسجد نبوی کے
برابر جا پہنچا۔ اسی طرز پر حجرہ مقدس کی بنیاد [illegible] ہجری تک قائم رہی تو
خلیفہ مستنصر باللہ عباسی کے عہد میں حجرہ مقدس کی ایک دیوار گر گئی جسے
[illegible] سپید اور صاف پتھروں سے تعمیر کرایا تھا۔ اس کے بعد جیسا کہ [illegible]

مگر خدا تعالیٰ نے آپ کے روضۂ مطہر کو بال بال بچا لیا۔ اور یہ حفاظت آپ کے
جیسے ہی حفاظت کے ہم پلہ تھی جبکہ عیسائیوں نے خفیہ سرنگ کے
ذریعہ آپ کی لاش نکالنے کو چند صوفی منش مسلمان نما توحید کیش
جاسوس بھیجکر اسلام کا خاتمہ کرنا چاہا تھا۔ مگر خدا بھلا کرے ترکی سلطنت
کا کہ ان کے ایک سلطان نے فوراً ایسے ناہنجاروں کو تلوار کے گھاٹ
اتار دیا تھا۔ اور تب آپ تک روضۂ مطہرہ کے ارد گرد لوہے اور سیسہ وغیرہ کی
دیوار چند آدمی کی تعداد سے اسکو گنبد کی شکل پر بنوا دیا تھا۔ کہ کسی شیطان
کو پھر کبھی ایذا رسانی کا موقعہ نہ ملے۔ بس اپنی دیوار کے باہر ارد گرد
ایک آہنی جنگلہ بھی لگوا دیا گیا۔ کہ کسی بے ایمان کو اس دیوار تک
بھی رسائی نہ ہو سکے خدا کی شان ہے۔ کہ کوئی آپ کی محبت میں دل و جان
بھی قربان کرنے کو تیار ہے۔ اور کوئی ایسا بے رحم انسان ہے۔ کہ خود اپنے
نبی کی تربت اطہر کو بت خانہ تصور کر کے خاک میں ملا دینا اسلام کا فرض
اولین سمجھتا ہے۔ اور اس کے تابعین آج تک کف افسوس ملتے اٹھتے بیٹھتے
نظر آتے ہیں کہ ہائے یہ کام ادھورا رہ گیا۔"

(۱۰) روضۂ اطہر نبویہ پر عیسائیوں کے وحشیانہ حملہ کی نسبت یوں بیان کیا
جاتا ہے۔ کہ ۵۵۷ھ ہجری میں سلطان نور الدین (سلطان دمشق) نے تین
رات متواتر خواب میں دیکھا۔ کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ مجھے عیسائیوں کی شرارت
سے بچاؤ اور اشارہ فرما کر وہ دو شخص شناخت بھی کروا دیئے تھے۔ سولہ
دن سفر کرنے کے بعد وہ مدینہ پہنچا۔ اور اہل مدینہ پر انعام کا خزانہ کھول دیا۔ جس
سے تمام والیان مدینہ لبریز ہو گئے۔ مگر وہ شخص ابھی تک نمودار نہ ہوئے

جو خواب میں دکھائے گئے تھے۔ آخر مسجد نبوی کے پاس روضہ مطہرہ کے
مغرب میں ایک ویران سا مکان تھا۔ اس میں دو مغربی زائرین نام صوفی منش
آدمی پائے گئے جو کلام اللہ کی تلاوت میں مصروف تھے۔ تلاش کے بعد
معلوم ہوا۔ کہ رات کو نقب لگاتے ہیں جو سیدھی مزار نبوی کو جاتی ہے
اور اس کی مٹی کسی دور کے گڑھے میں رات ہی رات پھینک آتے ہیں۔ دن
کو اس سرنگ پر مصلے بچھا کر قرآن وحدیث کی لوگوں کو تلقین کرتے ہیں
وہ نقب مزار اطہر کے قریب ہی جا پہنچی تھی۔ کہ آندھی چلی اور ایک زلزلے کے
ذریعے وہ نقب بیٹھ گئی۔ تو سلطان نورالدین نے ان دونوں کو قتل کیا اور
آگ میں جلا دیا۔ اس کے بعد جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ انہی دیواروں سے
روضہ مطہرہ کو محفوظ کر دیا۔ جسے ابن سعود تجدیدی کرانا چاہتا تھا۔

(۱۱) حجرہ مقدس کہ جس میں آپ کا مزار ہے۔ پہلے آپ ہی نے اسے
کچی اینٹوں سے تعمیر کرایا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد الولید بن عبدالملک
کے عہد میں گر گیا۔ تو [illegible] میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بنی امیہ کے
عہد میں منقش پتھروں سے دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔ اور اس میں کچھ وسعت بھی
کی تھی۔ اس کے بعد آس پاس ایک حظیرہ (چھوٹی چھوٹی دیوار) بھی بنوا دی
تھی جو مغرب کی طرف سے حجرہ مقدس کے بالکل متصل ہے۔ پھر اس دیوار کے
اوپر لکڑی کا جنگلہ چار چار گز تک اونچا لگا دیا جس سے وہ مسجد نبوی کے
برابر جا پہنچا۔ اسی طرز پر حجرہ مقدس کی بنیاد ۵۵۴ھ ہجری تک قائم رہی تو
خلیفہ مستنصر باللہ عباسی کے عہد میں حجرہ مقدس کی ایک دیوار گر گئی جسے
[illegible] سپید اور صاف پتھر سے تعمیر کرایا تھا۔ اس کے بعد جیسا کہ

میں گذرا ہے ۵۵۷ھ میں عیسائیوں نے نقب لگائی تھی۔ تو سلطان نورالدین
جبلی نے حجرہ مقدس کے چاروں طرف آہنی دیوار جو آب تک چنوا دی تھی
اس کے بعد ۶۷۸ھ ہجری میں سلطان قلاوون نے قبہ خضرا تعمیر کرایا تھا
رفتہ رفتہ اس قبہ کی زیب و زینت میں سلطان کوشاں رہے۔ چنانچہ ۸۸۶ھ
ہجری میں حظیرہ کے آس پاس پیتل کا جنگلہ لگا دیا گیا جس میں چار دروازے
رکھے گئے مشرقی دروازہ صبح و شام کھلتا ہے۔ اور باقی دروازے عموماً
بند رہتے ہیں۔

(۲) مدینہ طیبہ میں مساجد نبویہ کی تعداد بائیس تک پہنچتی ہے۔ کہ جن میں
آپ نے نماز ادا کی تھی جن میں سے دو مسجدیں زیادہ مشہور ہیں۔ اول مسجد
قبا کہ جس میں آپ نے سب سے پہلے نماز ادا کی تھی مدینہ پاک سے جنوب
کی طرف ۳۰۰۰ گز (تقریباً دو ڈھائی میل) پر واقع ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں
کہ اس میں نماز ادا کرنا بیت اللہ شریف کے پاس طواف کرنے کے برابر
ہے۔ اس کے پیچھے بڑے مسجد علی اور مسجد سعد ہے اور سامنے دار کلثوم ہے
کہ جس میں آپ نے مکہ سے ہجرت فرما کر قیام فرمایا تھا۔ اور آپ کے اہل
بیت اور ازواج مطہرات بھی وہیں اترے تھے (حضرت فاطمہ الزہرا،
رقیہ، ام کلثوم، سودہ بنت زمعہ اور عائشہؓ) اور حضرت ابوبکر صدیق رضہ کے
اہل و عیال نے بھی اسی دار کلثوم میں قیام کیا تھا۔ (اسماء بنت ابی بکرؓ اور
آپ کی بیوی ام رومان) دوسری مسجد نبوی ہے۔ کہ جسے آپ نے دو دفعہ
تعمیر کرایا تھا پہلی تعمیر میں ۶۰×۶۰ گز تھی دوسری تعمیر میں ۱۰۰×۱۰۰ ہوئی پھر
حضرت عمر بن الخطاب کے عہد میں ۴۰ گز طول میں زیادتی کی گئی اور

عرض میں ۱۳۰ گز جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عہد آیا۔ تو ۱۰ گز اور طول میں زیادتی کی گئی۔ تو مسجد کا طول ۱۶۰ گز ہو گیا پھر ولید بن عبد الملک نے کچھ اسکو اور بڑھایا۔ کہ جس سے دیواریں دو سو گز لمبی ہو گئی۔ اور دو سو گز تک چوڑی۔ اس کے بعد خلیفہ مہدی عباسی کے عہد میں مسجد کا طول ۳۰۰ گز تک بڑھ گیا بہر حال اس مسجد کی بنیاد عہد رسالت میں کچی اینٹوں سے ہوئی تھی اور چھت پر کھجور کی شاخیں تھیں اور ستون بھی کھجور کے ہی تھے۔ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کے عہد میں بھی دوبارہ تعمیر ہوئی تو پھر کچی اینٹوں اور کھجور کی لکڑی سے ہی تعمیر ہوئی۔ مگر حضرت عثمان نے اپنے عہد میں منقش پتھروں سے اسے تعمیر کرایا۔ اور سیسہ چونہ لگا کر اس کی تعمیر کو (محراب عثمانی پر) آکرم زینت دی پھر آہستہ آہستہ خلفاء اسلام نے تھوڑا تھوڑا حصہ اپنے اپنے اشتیاق کے مطابق اضافہ کیا۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد میں آپ نے حجرات نبویہ کو بھی مسجد نبویہ میں داخل کر کے بیس دروازے رکھوائے۔ یہ تعمیر ۸۸ ہجری میں شروع ہوئی اور ۹۱ ہجری تک جاری رہی۔ اس کے بعد خلیفہ مہدی نے ۱۶۵ھ میں بیس ستون اور بڑھا دیئے اور سب سے آخیر سلطان عبد المجید عثمانی نے ۱۲۶۵ ہجری میں مسجد نبوی کی تعمیر از سر نو کرائی جو آج تک موجود ہے۔

(۳) آج اگر مدینہ پاک جانا نصیب ہو تو ہر ایک مسلم کو آپ کی زندگی کے ذرہ ذرہ حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ جس جگہ بھی آپ نے قیام فرمایا یا آپ سوئے یا آپ بیٹھے یا آپ نے خورد و نوش کیا یا کوئی اور سیاسی یا اسلامی کام کیا۔ وہاں مسلمانوں نے اس عہد رسالت کو قائم رکھنے کیلئے

ایک چھوٹی سی مسجد یا زیارت گاہ بنا ڈالی مختصر طور پہ ان زیارت گاہوں کی تعداد ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

(۱) مساجد نبویہ۔ ۲۰ تک ہیں۔ کہ جن میں آپ نے کم از کم وقتاً فوقتاً نماز ادا فرمائی ہے۔ ان کے مختصر نام حسب ذیل ہیں۔

مسجد قبا۔ مسجد جمعہ۔ مسجد ابراہیم۔ مسجد فتح۔ مسجد ابی بکر۔ مسجد سلمان فارسی مسجد ابو ذر غفاری۔ مسجد نبوی۔ مسجد بقیع۔ مسجد عید۔ مسجد علی۔ اور مسجد مزار حمزہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(۲) حجرہ مقدسہ کہ جس میں آپ کا مزار ہے۔ جسے مسلمانوں نے بہتر سے بہتر صورت میں تعمیر کیا۔

(۳) گیارہ کنوئیں ہیں کہ جن سے آپؐ نے پانی پیا ہے۔ یا جن کے پانی کو آپ نے کم از کم استعمال فرمایا تھا۔ اور آج تک مسلمان ان سے پانی پینا یا ان کی زیارت کرنا اظہار محبت کی علامت سمجھتے ہیں۔

اول۔ اریس۔ یہ مسجد قبا کے پاس ہے۔ اس میں ایک دفعہ آپ کی انگوٹھی بھی گری تھی مسلمان اس کا پانی بیماروں کو پلا کر شفا حاصل کرتے ہیں کیونکہ اس پانی سے آپ نے غسل فرمایا تھا۔

دوم۔ غرس یا عین الجنۃ۔ یہ بھی مسجد قبا کے پاس ہے۔ اس کے پانی سے بھی آپ نے غسل فرمایا تھا۔ اور اس میں آپ نے اپنا لعاب دہن بھی ڈالا تھا۔

سوم۔ بضاعۃ یا السکنہ۔ یہ ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ اس میں بھی آپ نے لعاب دہن ڈالا تھا جس کی وجہ سے مسلمان اسے متبرک سمجھتے ہیں۔ اور

اس کا پانی بطور تبرک استعمال کرتے ہیں۔
چہارم۔ بُضّہ: یہ جنۃ البقیع کے پاس ہے۔ اس میں آپ نے ایک مرتبہ
بیری کا پانی ڈلوا دیا تھا۔ اور آپ نے حجامت کروا کر سر کے بال بھی اسی میں
ڈلوائے تھے۔
پنجم۔ بُضاعہ: یہ کنواں مدینے سے بیرونی طرف ایک نخلستان میں
واقع ہے۔ اس میں آپ نے لعاب دہن بھی ڈالا تھا۔ اور آپ نے اسی کے
پانی سے وضو بھی کیا تھا۔ مسلمان اس کے پانی سے بیماروں کا علاج کرتے ہیں۔
ششم۔ جاسوم: یہ کنواں مسجد کے پچھواڑے ہے۔ اس کا پانی
بھی آپ نے پیا تھا۔
ہفتم۔ بئر رومۃ: آپ نے فرمایا تھا کہ جو شخص یہ کنواں خرید کر مسلمانوں
کے لئے وقف کرے۔ اسے جنت ملے گی۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے
۳۵ ہزار درہم دیکر یہودیوں سے خرید لیا تھا۔ کچھ مدت کے بعد وہ گر گیا تو سنہ [illegible]
میں پھر پاشا مصر کے حکم سے تعمیر ہوا۔
ہشتم۔ اہاب یا بئر مدینہ: یہ مغرب کی طرف واقع ہے۔ اس
میں آپ نے لعاب دہن ڈالا تھا۔ تو لوگ چاہ زمزم کی طرح متبرک سمجھ کر
اس کا پانی دور دراز ملکوں میں لے جاتے تھے۔
نہم۔ بئر عقبہ مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ جنگ بدر کے
موقعہ پر آپ مع لشکر اسلام کے اس کا پانی پیتے تھے۔
دہم۔ بئر انس بن مالک۔ یا بئر نواعیہ۔ یہ مسجد نبوی کے مغرب میں ایک مکان
کے اندر واقع ہے۔ اس کا پانی آپ نے تنگی دودھ ملا کر پیا تھا۔ اور لوگ

اس کا پانی بہت ہی متبرک سمجھتے ہیں پہلے زمانہ میں اس پر حمام بنا ہوا تھا اسے بیرزناطیہ (انجوہ حام کا کنواں) کہتے ہیں۔
یازدہم۔ سقیاء، یہ بیرزی خلیفہ کے بائیں طرف واقع ہے۔ اس کا پانی بھی آپ نے نوش فرمایا تھا۔
سم۔ جنۃ البقیع۔ اس میں حسب ذیل مشہور مقامات ہیں۔
(۱) مشہد عثمان یہیں ابراہیم ابن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکی بیٹی حضرت رقیہ دفن ہیں۔
(۲) مشہد عباس۔ اس میں امام حسن بن علی امام زین العابدین۔ امام باقر امام جعفر صادق حضرت فاطمہ زہرا۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہم مدفون ہیں
(۳) مشہد عائشہ۔ اس میں آپکی بیویاں دفن ہیں صرف حضرت خدیجہ اور میمونہ کا مزار مکہ میں ہے۔
(۴) مشہد عقیل۔ اس میں عبداللہ بن جعفر الطیار دفن ہیں۔
(۵) مشہد اولاد النبی۔ اس میں آپکی اولاد مدفون ہے۔ حضرت رقیہ زینب۔ ام کلثوم۔ رضی اللہ عنہن۔
(۶) مشہد علی کرم اللہ وجہہ۔ اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ ماجدہ دفن ہیں۔
(۷) مشہد صفیہ۔ اس میں آپکی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب مدفون ہیں۔
(۸) مشہد امام مالک۔ اس میں امام مالک رحمۃ اللہ دفن ہیں۔
(۹) مشہد اسماعیل بن جعفر الصادق۔ اس میں حضرت اسماعیل مع دفن ہیں

(۱۰) شہید النفس الزکیہ ابن عبد اللہ بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم
(۱۱) شہید حمزہ رضی اللہ عنہ۔

(۱۲) بیت اللہ شریف کی تعمیر گیارہ دفعہ ہوئی ہے

اوّل بناء الملائکہ

دوم۔ بناء آدم علیہ السلام جو کوہ لبنان۔ طور سینا، طور زیتا، جودی اور کوہ حرا کے پتھروں سے پوری ہوئی۔

سوم۔ بناء شیث علیہ السلام۔

چہارم۔ بناء ابراہیم علیہ السلام مگر آپ نے چھت نہیں ڈالی۔ چھت قصی بن کلاب امیر عرب نے ڈالی تھی۔

پنجم۔ بناء عمالقہ جو تیسری پشت پر حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد تھے۔

ششم۔ بناء جرہم جو چوتھی پشت پر نوح علیہ السلام کی اولاد تھے۔

ہفتم۔ قصی بن کلاب جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسب میں پانچویں نمبر پر اوپر ہیں۔ اور انہوں نے ہی چھت ایجاد کی۔ ورنہ پہلے صرف دیواریں ہی ہوتی تھیں۔ مگر وہ چھت بھی صرف سادہ کھجور اور [illegible] سے کی تھی۔

ہشتم۔ بناء قریش جبکہ آپ کی عمر ۳۵ سال تھی۔ تو اس وقت قریش نے تعمیر کرتے تھوڑی سی تبدیلی پیدا کی (الف) یہ کہ پہلے ۹ گز تھا۔ ۱۸ گز اونچا کیا (ب) یہ کہ طول سے ۶ گز کم کر دئے۔ اور شرقی دروازہ بند کر دیا (ج) یہ کہ اونچی کر دی کہ بلا اجازت کوئی اندر نہ آنے پائے۔

نہم۔ بناء عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جس میں بناء قریش میں جو سات

گز کی رہ گئی تھی پوری کر دی۔
دہم۔ بنا حجاج بن یوسف۔ اس نے پھر بنائے قدیم قریش پر تعمیر کیا۔
یازدہم بعدہٗ ۱۰۳۹ ہجری میں طوفان آیا۔ تو بیت اللہ گر گیا۔ اور سلطان مراد ترکی نے سنہ [illegible] ہجری میں از سر نو تعمیر کرایا جو اب تک باقی ہے۔
(۵) بیت اللہ شریف کے ارد گرد مسجد حرام کی مختصر کیفیت یوں ہے کہ انیس ۱۹ دروازے ہیں۔ ۱۱۳ سپید پتھر سنگ مرمر کے ستون ہیں ۲۴۴ ستون سنگ گسی کے ہیں۔ ۱۵۲ قبے ہیں ۱۳۴۹ کنگرے ہیں۔ ۷ مینار اور مسجد اپنی حدود میں مشرق سے مغرب تک ۳۵۶ گز ہے اور جنوب سے شمال کو ۲۴۶ اور موجودہ گزوں سے [illegible] گز مربع ہے
(۶) قصی بن کلاب نے بیت اللہ شریف کے آس پاس گھر تعمیر کئے تھے۔ کہ وقتاً فوقتاً طواف کرنے میں روکاوٹ پیدا ہو پھر سنہ ۱۷ھ میں حضرت عمر نے سات گھرے اور انہدام کئے جن پر چراغ جلائے جاتے تھے۔ سنہ ۲۶ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے برادرے جو اسنے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جو حضرت کے قریبی رشتہ دار بھی تھے۔ دس ہزار دینار کی زمین خرید کرکے مسجد حرام میں شامل کی۔ عبد الملک بن مروان نے مسجد کی دیواریں اونچی اٹھا کر ساج آبنوس کی چھت ڈلوائی تھی۔ اس کے بیٹے ولید نے بھی کچھ اضافہ کیا۔ اور سنگ مرمر کے ستون لگوائے۔ خلیفہ منصور عباسی نے نئے ستون لگوائے۔ مہدی عباسی نے سنہ [illegible] ہجری میں دو دفعہ کچھ زمین بڑھائی جو لی گز

۲۵ دینار دے کر خریدی گئی تھی خلیفہ منصور عباسی کے عہد میں ۱۶۰ھ کو
قریش کا کمیٹی گھر (دار الندوہ) داخل کر دیا خلیفہ معتضد باللہ نے بھی اپنی
طرف سے کچھ اضافہ کیا۔ اور اب چونکہ مسجد کو بے ترتیب سی ہو گئی۔ اس لئے
سلطان سلیم ترکی نے ۹۷۹ھ از سر نو تمام مسجد تعمیر کروائی جس کا اختتام
اس کے بھتیجے مراد بن سلیم کے عہد ۹۸۴ھ میں ہوا۔

(۱۶) اس تمام مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہو گیا کہ مسلمانوں نے عہد رسالت ﷺ
لیکر جس قدر ممکن تھا۔ بہتر سے بہتر اور اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب میں مقامات
مقدسہ کو پہنچایا۔ جوں جوں مسلمانوں کا تمدن ترقی پاتا گیا۔ ان کے مقامات
مقدسہ بھی عالیشان عمارتوں میں نظر آنے لگے۔ ان کو یہ کبھی گوارا نہ ہوا۔ کہ
اپنے گھر تو سر بفلک عمارتوں میں تبدیل ہوں اور خدا اور رسول کے مقامات وہی
سادگی میں رہیں جو مسلمانوں کی پہلی حالت کی خبر دیتی تھی۔ درحقیقت انہیں
خیال تھا کہ یہی حکم آیہ شریفہ لا تحلوا شعائر اللہ ان یادگاروں کی عزت
فرض اولین ہے۔ اور یہ تمام مقامات شعائر اللہ میں داخل ہیں۔

(۱۷) قرآن شریف میں حکم ہے کہ مسلمانو شعائر الٰہیہ یعنی خدائی یادگاروں
کی بے حرمتی مت کرو اور ایام اللہ کو بھی نظر انداز نہ کرو۔ اس ارشاد کے تحت
تمام دنیا کو معلوم ہے کہ حسب ذیل مقامات ان میں درج ہیں۔

اول: مقام صفا و مروہ یہ دو پہاڑیاں ہیں۔ کوہ صفا مکہ کے جنوب
میں واقع ہے۔ اور کوہ مروہ شمال میں۔ دونوں میں ۷۶۰ گز کا فاصلہ ہے۔ یہ
وہ دو پہاڑیاں ہیں کہ جن پر ایک دفعہ حضرت ہاجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کی بیوی پانی کی تلاش میں سات دفعہ دوڑی تھیں۔ جبکہ آپ حضرت ہاجرہ
کو وہاں تنہا چھوڑ کر وہیں حضرت سارہ کے پاس چلے گئے تھے۔ اور

پانی ختم ہو گیا تھا۔

دوم ۔ چاہِ زمزم ۔ حضرت اسماعیل جب پیاس سے بے چین تھے اور
آپکی والدہ ہاجرہ سات دفعہ کوہِ صفا و مروہ کے درمیان چکر لگا چکی تھی۔ تو یہ
چشمہ پھوٹ نکلا تھا جس کے آس پاس دیوار بنا کر کنوئیں کی شکل بنا لیا گیا

سوم ۔ میدانِ عرفات ۔ یہ میدان مقام مزدلفہ سے تین میل دور ہے
اور وہاں سے جنوب و مشرق میں واقع ہے۔ اور مزدلفہ دو ڈھائی میل کا میدان
ہے جو مکہ سے سیدھا مشرق کو تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ میدانِ عرفات
میں سب سے پہلے حج کے موقعہ پر حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کا تعارف ہوا تھا

چہارم ۔ میدانِ منیٰ ۔ تقریباً دو میل لمبا ہے۔ جو مکہ سے مشرق و جنوب
میں واقع ہے۔ اسی میں وہ مقامات داخل ہیں کہ جہاں حضرت ابراہیم نے
اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی قربانی دی تھی اور تین دفعہ شیطان نے
راستے میں وسوسہ ڈالا تھا۔ کہ یہ خدا کا حکم نہیں ہے۔ اب ان تین مقاموں
پر کنکریاں پھینکنے کا حکم ہے۔

پنجم ۔ میلین اخضرین ۔ کوہ صفا اور کوہ مروہ کے درمیان ایک سبز
ستون مسجد بیت اللہ کی دیوار کے پاس تھا۔ اور دوسرا دارِ عباس کی دیوار
سے ملحق تھا۔ مگر آج کل ان کے نشانات بہت تھوڑے رہ گئے ہیں
درمیان میں زمین اونچی ہو گئی ہے۔ ان کا درمیانی فاصلہ ۷۵ گز ہے۔ حاجیوں
کو حکم ہے کہ صفا و مروہ کے درمیان سے گذرتے ہوئے ان دو میلوں کے
درمیان زور سے بھاگو۔ کیونکہ حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں یہاں پر زور
سے دوڑی تھیں۔

ششم ۔ [illegible] ۔ یہ وہ چٹان ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم

ہوا تھا کہ یہاں کھڑے ہو کر لوگوں کو حج کی طرف بلاؤ۔ تو اس وقت جن
پاک روحوں نے لبیک کہا تھا۔ ان کو آج بھی حج نصیب ہوتا ہے۔ ورنہ
دوسرے محروم رہ جاتے ہیں۔ خود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم حج کو کو تشریف
لائے تھے۔ تو یہیں ٹھیرے تھے۔

مغتسم۔ ذی طوی و شام کی طرف مکہ سے یہ ایک کنواں ہے۔ اور موضع
تنعیم کے راہ میں واقع ہے۔ آپ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے اسی کنوئیں پہ
نہائے تھے۔ اور امت محمدیہ کو بھی حکم ہے۔ کہ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے
ذی طوی یا دوسری متبرک کنوؤں سے غسل کر کے داخل ہوں۔

(۹) یہاں تاریخ یا جغرافیہ حرمین لکھنا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ صرف اس امر
کی طرف توجہ دلانا ہے۔ کہ ہمارے اسلاف نے ان مقامات مقدسہ میں کس طرح
اخلاص سے کام لیا۔ اور عہد رسالت میں عہد ابراہیمی کے حالات کو کس شد و
مد کے ساتھ قائم رکھا گیا۔ اب اگر ایسے امور داخل شرک ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ
قرآن شریف اور حدیث ان کے شانے ہیں احکام جاری نہ فرماتے۔ مگر ہم دیکھتے
ہیں۔ کہ کہیں یادگار ہاجرہ پہ دوڑا یا جاتا ہے۔ اور صفا و مروہ کے درمیان دوڑایا
جاتا ہے کہیں حضرت ابراہیم کی یادگار پہ پتھروں کی بوچھاڑ کرائی جاتی ہے
کہیں اسی یاد پہ قربانی کے جانور ذبح ہوتے ہیں کہیں یہ حکم ہوتا ہے۔ کہ
(وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى) مقام ابراہیم پہ نماز پڑھو جو بیت
اللہ کے پاس چند گز کے فاصلہ پہ واقع ہے حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ
حجر اسود اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تجھے نہ بوسہ دیتے۔ تو میں بھی نہ چومتا
میں جانتا ہوں۔ کہ تو پتھر ہے نہ تو مفید ہے اور نہ ضرر رساں۔ مگر آپ نے
چونکہ اپنے دادا جناب ابراہیم علیہ السلام کی یادگار سمجھ کر بوسہ دیا تھا۔ اس لئے

ہم بھی اسی محبت کا ثبوت دیتے ہوئے بوسہ دیتے ہیں۔ کہ مدینہ پاک سے مہاجرین واپس آکر مکہ میں حج کرنے آتے ہیں۔ تو آپ ان کو حکم دیتے ہیں کہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑتے ہوئے زور کندے ہلا کر چلنا ہوگا کیونکہ کافر کہہ رہے ہیں۔ کہ مہاجرین کو مدینہ کی آب و ہوا مخالف پڑی ہے اور وہ کمزور ہو گئے ہیں۔ یہ حکم آج تک حاجیوں پر نافذ ہے۔ غرضیکہ حج کے تمام احکام اسی قسم کی یادگاریں ہیں کہ جن میں زیادہ تر خاندان ابراہیمی کا تصور دلایا جاتا ہے۔

(۳۷) عہد رسالت سے لیکر آج تک مقامات کی بہتری اور ترقی کے اسباب سب سے بڑھ کر قریش نے ہی پیدا کئے ہیں اور جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے قریش نے ہی زر کثیر خرچ کر کے مقامات مقدسہ کو سادگی سے نکال کر مرغوب عالیشان عمارتوں میں تبدیل کیا ہے۔ کیونکہ ان کی اپنی یادگاریں تھیں۔ ان کے آباؤ اجداد کے نیو نہاد منوائے جاتے تھے۔ اس کے بعد اس کار خیر میں اگر حصہ لیا ہے۔ تو سلطنت ترکی نے بڑی جدوجہد سے کام لیا ہے جس کی بدولت آج مسجد نبوی اور مسجد حرام یا روضہ اطہر یا دیگر مقامات و مزارات نظر آتے ہیں ان کو ترک اگرچہ اسلامی نکتہ خیال و عبادت میں نہیں ہوتا۔ تاہم ان مقامات سے فطرتی محبت ہے۔ اور عقیدتی کشش ہے۔ جو ان کو انکی بری حالت میں دیکھنے سے ملامت کرتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ ابن سعود کے خاندان نے اب تک مقامات مقدسہ پر ایک حبہ تک خرچ نہیں کیا بلکہ جب ہی تو بے رحمی سے جب قابض ہوتے ہیں۔ تو بیدھڑک گرانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور ان کی کچھ بھی وقعت نہیں رکھتے۔ ؎

مرا از خیر تو امید نیست بد مرساں۔

جو مظالم کر سعودیوں نے آپ کی ذریت پر ڈھائے ہیں۔ یا اس سے پہلے ایک سو سال ہوئے ڈھائے تھے۔ ان میں سے اگر چھوٹے سے چھوٹا بھی غیر مسلم اقوام سے سرزد ہوتا ۔۔۔ تو دنیائے اسلام میں تہلکہ مچ جاتا ہے۔ قنوت نازلہ پڑھی جاتی۔ ادھر ادھر تاریں کھچوائی جاتیں۔ اخبارات کے ورق سیاہ کر دئے جاتے مگر آج وہی مسلمان ہیں اور وہی نجدی۔ دل میں کچھ تڑپ نہیں رہی۔ معاشرہ بگڑی کیجاتی ہے اور بدعقیدہ احادیث کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ ؎

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

(۲۱) پہلے بتایا جا چکا ہے۔ کہ قتل مزاج منفیوں نے ہی آج سے پہلے جس قدر اسلامی خونریزیاں ہوئی ہیں۔ خود بپا کی تھیں۔ اہل بیت کو کافر بنایا تھا۔ تو انہوں نے حضرت عثمان یا حضرت علی پر کفر کا فتویٰ صادر کیا تھا۔ قرآن ہی کے علم سے صادر ہوا تھا۔ اہل کربلا باغی تصور ہوئے تھے۔ تو انہی حضرات کے حکم سے پھر مدینہ پاک کی بے حرمتی ہوئی تھی۔ تو انہی کا اشارہ تھا۔ آخر میں جب نجدیوں کو طاقت ہوئی۔ تو انہوں نے بھی اہل حرمین اور اہل بیت نبوی پر کفر و شرک کے فتوے کس دئیے۔ اس وقت اگر نجدیوں نے دوسری دفعہ پھر وہی تیرہ فتیار کر لیا ہے۔ تو کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ یہ فتوے موروثی طور پر ان کو پہنچ گئے ممکن ہے۔ کہ عہد حاضرہ میں محمد بن عبد الوہاب کے وہ تمام ارادے پورے ہو کر رہیں کہ جن کو نسٹ صدی میں عیسائی بھی پورے نہیں کر سکتے تھے ؎

پدر اگر نتواند پسر تمام کند۔

(۲۲) جب ان لوگوں کو خود خاندان رسالت سے کاوش ہے۔ تو بیچارے حنفی مذہب کے مقلد اور امام ابو حنیفہ کے پیروان مذہب کس گنتی میں ہیں جبکہ ان کو تو سرے سے کافر و جب القتل ہی تصور کرتے ہیں۔ ان کی نسبت جو جو

ان چاروں عنوانات پر احناف کی طرف سے بھی کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ اگر آنجناب فراخدلی اجازت دیتے ہیں۔ تو ذرہ آرام سے سنئے گا۔ ورنہ گالیاں دینا کافر و مشرک کہنا۔ نفس امیر لعن و تشنیع کرنا آپکا موروثی فرض ہوگا۔

رسم ۴ ۔ اراؤں کی نسبت عرض ہے۔ کہ قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں اس امر کی نسبت یہ تصریح موجود نہیں ہے۔ کہ ہم اپنے اسلاف کرام کے قبروں پر یا جس جگہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نشانی یادگار وابستہ ہو قبہ یا گنبد یا کوئی اس قسم کی عمارت کھڑی نہ کریں۔ بیشک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپنے جو حکم دیا تھا۔ وہ صرف مشرکوں کی نسبت تھا۔ کہ جن میں انہوں نے بت رکھے ہوئے تھے گرا دیں۔ اب خواہ مخواہ قبروں کو بت قرار دینا۔ یا قبروں کے پاس ایصال ثواب یا روحانی مفاد کیلئے قریب جانے کو بت پرستی قرار دینا محض بد اور ذاتی اجتہاد ہوگا۔ کہ جس کی مخالفت قرآن کی مخالفت یا حدیث کی مخالفت تصور نہ ہوگی۔ زیادہ سے زیادہ امر زیر بحث یہ پیدا ہوگا۔ کہ آیا مزارات متبرکہ مشرکین کے بتخانوں کا حکم رکھتے ہیں یا نہیں؟ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے۔ جس میں نجدی اور غیر نجدی دونوں کو اپنی رائے رینے اور ثبوت پیش کرنیکا اختیار ہوگا۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ علماء نجد کی تقلید تمام دنیا پر فرض ہو جائے۔ جبکہ ابوحنیفہ کی تقلید اہل نجد شرک قرار دیتے ہیں۔ تو اہل نجد کی تقلید کیسے واجب ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہم بڑے وثوق سے کہتے ہیں کہ مشاہد اسلامیہ پر قبے بنانا خلاف اسلام نہیں ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں اور پہلے تقریروں میں ثابت کر چکے ہیں۔ کہ خیر القرون میں مساجد اور مزارات کے اعزاز میں جدوجہد کیسا قدر زر کثیر خرچ کیا جاتا تھا۔ اور وہی ترقی آئمہ مجتہدین اور علماء ربانیین کے عہد میں بھی موجود رہی۔ کسی نے برا نہیں منایا۔ بلکہ اہل

سنت کے فتاویٰ میں اس قسم کی تصریحات موجود ہیں کہ مزارات پر قبہ بنانا امر
مستحسن ہے۔ کیوں نہ ہو خود احادیث کی رو سے بھی مسلم کی عزت موت کے
بعد ویسی ہی فرض ہے جیسی کہ اس کی زندگی میں تھی لیکن مسلم کا دل گوارا
کرتا ہے۔ کہ خود تو شاندار عمارتوں میں فرش فروش اور اعلیٰ درجے کے سامان
رہائش میں زندگی بسر کرے۔ اور حجرہ نبویہ کو وہی پرانی خراب و خستہ
حالت میں دیکھنا پسند کرے جبکہ مسلمان خود بھی خانہ بدوش تھے۔ اگر یہی اسلام
ہے۔ تو مسجدوں کے گنبد بھی گرا دو۔ پکی اینٹیں اکھڑوا دو غسل خانے اور ٹونٹیوں
کو ملیامیٹ کر دو۔ اس کے بعد اپنے گھروں کی طرف رخ کرو اور دو منزلہ سہ منزلہ
مکانوں کو گرا کر ایک منزلہ کر دو۔ اور یہ کہ تمام ساز و سامان پھینک دو کہ ابتدائے
اسلام میں یہ سب کچھ نہ تھا جو کے ستو کھجور کا حلوا اور خشک گوشت کی بوٹیاں
لیکن مجھ جاؤ اور یک قلم فرنی آش شوربا۔ بادامی حلوے پلاؤ قورمہ اور روغنی روٹیاں
حرام بنا ڈالو۔ ورنہ یہ صاف بے انصافی ہوگی۔ کہ اپنے نفس پر اس قسم کے
خیالات کا نفاذ ہو تو یوں کہہ کر ٹال دیا جائے۔ کہ یہ امور مباح ہیں اور جب اپنی
مرضی کے خلاف تعظیم قبور کا مسئلہ درپیش ہو تو ادھر ادھر سے کھینچ تان کر کفر و شرک
تک پہنچا دیا جائے۔ قرآن شریف میں اصحاب کہف کا واقعہ تمام مسلمان جانتے
ہیں جب ان کی قبریں دریافت ہوئی تھیں۔ تو اس وقت کے اہل دل مسلمانوں
نے صاف کہا تھا کہ بناؤ! (ابنوا علیہم بنیانا) ان پر کوئی عمارت بنا دو اور
جو زیادہ محبت میں قدم اٹھانے والے تھے۔ انہوں نے خود اپنی طرف سے یہ
آمادگی ظاہر کی تھی کہ (لنتخذن علیہم مسجدا) ہم تو ان کے پاس ضرور
مسجد بنائیں گے۔ اب قرآن پر ایمان رکھنے والا کس طرح انکار کر سکتا ہے کہ
بزرگوں کے مزارات اور مقامات مقدسہ کے مشاہدہ واجب التعظیم نہیں ہیں

اس کے علاوہ اجتہادی مسائل میں جہاں حرمین کا تعامل اور ان کے
طرز عمل کو بطور دلیل اور شرعی ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔ پھر تعلیم مشاہد میں ان
کا سد یہ شرعی ثبوت ان لینے میں کیا حرج ہوگا۔ تعامل حرمین کو حجت شرعی
قرار دینے میں جمعہ کے دن احتیاط ظہر ترک کرنے کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ ورنہ
جب صریح قرآن شریف میں اوقات پنجگانہ کی نمازوں کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ تو
کس لئے ہم جمعہ کے دن نماز ظہر ترک کردیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہو گے
کہ اس دن جمعہ بھی ہوگا۔ اور ظہر بھی۔ کیا عید کے دن ظہر چھوڑ دیتے ہو؟ ! !
کوئی صریح آیت قرآنی ہے۔ کہ جس میں یہ لکھا ہو کہ جمعہ کے دن ظہر ترک کرو
اور یا کوئی صریح ایسی صحیح حدیث پیش کر سکتے ہو۔ جو کلام اللہ کے پایہ کی ہو اور
اعلان کرتی ہو۔ کہ جمعہ کے بعد احتیاط ظہر یا خود ادائے ظہر ممنوع ہے۔ قرآن
شریف کے احکام قطعی الثبوت ہیں۔ اور احادیث کے احکام اس کے مقابلہ میں
ظنی الثبوت ہیں کیسے یہ ہو سکتا ہے۔ کہ قرآن شریف تو حکم دے کہ یہ کام کرو اور
احادیث سے ثابت کیا جائے۔ کہ یہ کام نہ کرو۔ بلکہ زیادہ جوش میں آکر قرآنی حکم
کو اس دن بدعت اور شرک قرار دیا جائے۔ ہاں اس دن ترک ظہر کا ثبوت
محض طرز عمل نبوی سے ثابت کرتے ہیں کہ آپ جمعہ پڑھکر چلے گئے تھے
اس میں بھی یہ تصریح موجود نہیں ہے۔ کہ آپ نے ظہر سے ممانعت کی تھی
یا آپ نے دوسری جگہ یا پھر بیت صلوٰۃ ظہر ادا نہیں کی تھی۔ کیا اس منفی
ثبوت کو قرآن کے مقابلہ میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ ! پھر اس سے زیادہ عجب
تر یہ فیصلہ دیتے ہیں کہ نماز جمعہ کے دن صلوٰۃ ظہر ترک کرنا حرمین شریفین کا
تعامل ہے۔ مطلب کی بات آگئی تو کمزور سے کمزور ثبوت تعامل حرمین کو
بھی قطعی فرض کے ترک میں پیش کر دیا۔ اور جب مطلب حل ہوگیا تو ہم سے

مطالبہ کیا جاتا ہے۔ کہ کسی نص صریح سے قبہ کا جواز پیش کرو۔ کیا اب تک مثل
حرمین دلیل شرعی نہیں ہو سکتی! لیکن جن لوگوں کے دل میں نور ایمان سے
اور جو لوگ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم مسلمانوں کی
جان پر خود مسلمانوں کا قبضہ اتنا زبردست نہیں ہے۔ کہ جتنا نبی علیہ السلام کا
قبضہ انکی جانوں پر ہے۔ کبھی یہ فقرہ سننے کو تیار نہیں ہیں کہ مزار نبوی صلعم
اکبر (یعنی بتخانہ) ہے یا شعائر اسلام کی زیارت بتخانوں کی زیارت ہے۔ یا
ان کے قبے خلاف اسلام ہیں اور ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ کیا ہمارے
اسلامی مزارات کی اتنی وقعت بھی نہیں ہے؟ جس قدر قرآن شریف نے
اصحاب کہف کے مزارات کی دکھلائی ہے۔ انہی کی نسبت قرآن شریف
میں ایک اور فقرہ ہے کہ وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ان کو دیکھکر انسان کو
رعب آتا ہے۔ یہ رعب اس لئے نہیں ہے کہ معاذ اللہ وہ معذب ہو رہے
ہیں۔ یا وہاں کوئی خوفناک جن بھوت یا درندے پائے جاتے ہیں بلکہ
ان کی عظمت علو مرتبت کا رعب ہے کہ جن کے دیکھنے سے دل کانپ
اٹھتا ہے۔ کہ اللہ اکبر! یہ کیا ہی خدا کے پیارے تھے کہ جنھوں نے
اپنے ایمان کی خاطر دنیا کو خیرباد کہہ دیا تھا۔

۲۵۔ امر دوم کی نسبت یہ گزارش ہے کہ ولی کی قبر یا کسی نبی کے مزار کو
کوئی مسلم بھی اس قدر تعظیم نہیں کرتا۔ کہ اسے خدا ہی سمجھے۔ بلکہ یہ محض الزام
ہے۔ جو مسلمانوں کے ذمہ ہوتا جاتا ہے۔ ورنہ اصول طور پر کبھی یہ ثابت نہیں
ہو سکتا۔ کہ ہم خلاف سنت عمل کرتے ہیں۔ ان جہلا کا فرقہ جو نجدیوں اور غیر
نجدیوں دونوں میں موجود رہتا ہے۔ اس کی کاروائی یا طرز عمل کے ذمہ دار
نہ نجدی ہو سکتے ہیں اور نہ ہم۔ بلکہ ہمارا ایمان ہے۔ کہ

(۱) آپ نے فرمایا کہ میں تمکو زیارت قبور سے روکا کرتا تھا مگر اب اجازت ہے۔ کہ زیارت کو جایا کرو (مسلم)

(۲) قبور کی زیارت کیا کرو۔ کیونکہ وہ موت یاد دلاتی ہے۔ (مسلم)

(۳) مسلمانوں کو آپ تعلیم دیتے تھے کہ قبروں میں جاؤ تو یوں کہا کرو
السلام علیکم اھل الدیار من المومنین والمسلمین وانا ان شاء الله بکم لاحقون۔ نسأل الله لنا ولکم العافیة۔ (مسلم)

(۴) آپ ایکدفعہ مدینہ منورہ کے مقبرہ میں پہنچے تو آپ نے فرمایا اے اہل قبور خدا ہمیں اور تمہیں مغفرت کرے (ترمذی)

(۵) پچھلی رات آپ کا معمول تھا کہ جنت البقیع میں جاتے اور فرماتے کہ السلام علیکم .... (مسلم)

(۶) آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ جب قبور کی زیارت کرو تو یوں کہا کرو۔ السلام علی اھل الدیار من المومنین والمسلمین یرحم الله المستقدمین منا والمستاخرین وانا ان شاء الله بکم للاحقون (مسلم)

(۷) جو شخص اپنے والدین کی قبر کی زیارت ہر جمعہ کو کیا کریگا اسے مغفرت ہو گی۔ اور یوں سمجھا جائے گا کہ اس نے حق الخدمت ادا کیا (بیہقی)

(۸) قبور کی زیارت کیا کرو۔ کیونکہ آخرت یاد دلاتی ہیں اور دنیا سے بے تعلق کرتی ہیں (ابن ماجہ)

(۹) حضرت کے حجرہ میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے۔ تو حضرت عائشہ پردہ کر کے اندر جاتی تھیں۔ ورنہ اس سے پہلے ننگے سر ہی چلی جاتی تھیں۔ کیونکہ حضرت عمر ان کے قریبی رشتہ دار نہ تھے۔ (رواہ احمد)

(۱۰) قبور پر زیارت کرنے کیلئے جانے والی عورتوں کو پہلے پہل منع کیا جاتا تھا اور ملعون تصور ہوتی تھیں مگر بعد میں اجازت ہو گئی تھی۔ اب بھی جو بے قاعدہ ہوں ان کو جانا منع ہے۔ (ترمذی)

(۱۱) استمداد باہل قبور متفقہ طور پر جائز ہے۔ جبکہ وہ نبی ہوں۔ ورنہ اختلافی ہے۔ (لمعات)

(۱۲) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت موسے کاظم رضا کا مزار اجابت دعا کیلئے تریاق مجرب ہے۔ (لمعات)

(۱۳) امام غزالی کا قول ہے۔ کہ جس سے زندگی میں استمداد جائز ہے موت کے بعد بھی جائز ہے۔ (لمعات)

(۱۴) طریق زیارت یوں ہے۔ کہ میت کے سر کے پاس مشرق کو منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ اور سلام کہو۔ بوسہ دو، مسح نہ کرو اور نہ ہی جھکو۔ کیونکہ یہ عیسائیوں کا مذہب ہے۔ مگر والدین کی قبر پر بوسہ دینا حد جواز تک پہنچ چکا ہے۔ اور جمعہ کے دن زیارت زیادہ مفید ہے۔ کیونکہ احادیث سے ثابت ہوا ہے۔ کہ جمعہ کے دن میت کو زیادہ ادراک ہوتا ہے۔ (لمعات)

منصف مزاج خود کہہ سکتے ہیں۔ کہ مزارات قبروں پر جانا بت پرستی نہیں ہے۔ بلکہ اتباع رسول ہے۔ بالخصوص والدین کی قبر خواہ دور ہو یا نزدیک انسان کی حاجت سنوارتی ہے۔ امام شافعیؒ نے تو بزرگوں کی نسبت تفصیل ہی کر دیا ہے۔ اس لئے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں ہے اور حضرت عائشہؓ نے تو کمال ہی کر دیا کہ حضرت عمرؓ سے وہی رویہ اختیار کیا جو آپ کی زندگی میں اختیار کرتی تھیں۔

(۱۵) روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ کہ جس قدر بھی اسلامی مشاہیر میں اہل

میں خود زمین پر صرف بالشت بھر اونچی کچی قبریں موجود ہیں۔ ان کے اوپر دیواریں اٹھا
کر ڈاٹیں ڈالی جاتی ہیں۔ اور چھت پر قبر کا نشان بنایا جاتا ہے۔ اس لئے کہا جا
سکتا ہے۔ کہ حکم نبوی کے خلاف کوئی قبر بھی موجود نہیں۔ خود اکبر بادشاہ کا مقبرہ
بھی یہی شہادت دے سکتا ہے۔ اس کے بعد میں بعض مزارات پختہ بنالی گئی ہیں
کچھ تو اس وجہ سے کہ وہاں کی زمین خراب تھی اور کچھ اس وجہ سے کہ بزرگوں
کو اس حکم سے مستثنے سمجھا گیا ہے۔ بعض لوگ مقابل زمین چین کر کے پختہ بنا لیتے
ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ بار بار تعمیر نہ کرنی پڑے۔ فی الحقیقت چونکہ اہل سنت
میں زیارت قبور مسنون ہے۔ ختم اور جائز ہے۔ ایصال ثواب جاری ہے۔ ختم
قرآن ایصال ثواب میں بہتر ذریعہ ہے۔ استجابت دعا کے لئے بہترین موقعہ ہیں
اظہار محبت اور اپنے سبق کا قیام انہی کی یادگاروں سے قائم ہے۔ اور تاریخی حالات
ان مزارات سے وابستہ ہیں۔ اس لئے لوگوں کی آمد و رفت کیلئے مسجد کی بھی
ضرورت پڑی۔ کمرے بھی بنانے پڑے۔ رات کو روشنی کی بھی ضرورت پڑی اور
اس قسم کی دوسری سہولتیں بھی بہم پہنچائی گئیں۔ گو اس وقت بعض جگہ صرف رسمی
طور پر یہ چیزیں مہیا کی جاتی ہیں۔ مگر وہاں کے کارندے اہل سنت کو بھی خوب
ستاتے ہیں۔ اس لئے ہم ان کے طرفدار نہیں ہیں۔ مگر اہل نجد چونکہ صرف
اعتقادی طور پر بزرگوں کا ادب کرتے ہوں یا رسمی طور پر ادب کرنا ہو بھی۔ وہ تو
اسے کفر و شرک قرار دیتے ہیں۔ اور ایسے جوش میں آتے ہیں۔ کہ جائز و ناجائز
کو ایک ہی فتوے کے ماتحت لا رکھ دیتے ہیں۔ کہ ابن تیمیہ کے نزدیک یہ
امور حرام ہیں۔ کیا ابن تیمیہ خدا ہے یا رسول ہے؟ پھر کیا وجہ ہے کہ احادیث
نبویہ اور قرآن کے خلاف بھی اسی کے قول کو تقلیدی طور پر مانا جاتا ہے
یہ اندھی تقلید نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

۴۷۔ مشاہد متبرکہ پر اگر کفریہ رسوم کا اجرا ہوتا تو آج دنیائے اسلام ان کے خلاف ضرور صدائے احتجاج بلند کرتی یا کم از کم حرمین شریفین کے طرز عمل کو بنظر استحقار دیکھا جاتا ہے۔ اور جا بجا ان کی تردید میں بڑی بڑی کتابیں لکھی جاتیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ تمام دنیا کے مسلمان اس طرز عمل کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں اور صرف ابن تیمیہ کے ہی پیرو ہیں۔ کہ اس شرعی طرز عمل کو بھی صرف اپنی اجتہادی رائے کی بنیاد پر کفر اور شرک قرار دیتے ہیں۔ اور ابن تیمیہ کو اتنا سر پر چڑھا رکھا ہے۔ کہ اس کے مقابلہ میں احادیث رسول پیش کرنے کی بھی اجازت نہیں در حقیقت یہ شخص بڑا متشدد تھا۔ اور اپنے وقت میں اس نے اس قسم کی تعلیم ہی پھیلائی تھی جس کی وجہ سے جناب قید بھی ہو گئے تھے اور ایسے عقاید کو تشددوں سے اس کو توبہ پر بھی مجبور کیا گیا تھا۔ اس نے جب ایسے شخص کی مخالفت اسلام نے اسی وقت اس کے حین حیات میں شروع کر دی تھی تو آج اگر اہل نجد اس کی طرف داری کرتے ہیں۔ تو کیا اہل اسلام اس کے اس متشددانہ رویہ کو بنظر تحقیر دیکھنے کے روادار نہیں ہو سکتے۔

۴۸۔ اخیر میں یہ فقرہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ کہ اگر ہم اہل نجد کے خیال میں مشرک یا بدعتی ہی ہیں اور اہل حرمین تمام کے تمام بت پرست ہی سہی مگر ابن سعود کو یہ مناسب نہ تھا۔ کہ جاتے ہی تخریب مشاہد میں مشغول ہو جاتا۔ کیونکہ اس سے دنیائے اسلام کی ان امیدوں پر پانی پھر گیا ہے۔ جو آج سے پہلے خاندان اس کی قدر و منزلت سے وابستہ تھیں۔ شریف مکہ کے مظالم سے بچنے کے ابن سعود کے فتوحات کی دعائیں منگوائی جاتی تھیں۔ مگر ابن سعود بھی اسی کا بھائی ہی نکلا۔ چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں بڑے میاں سبحان اللہ

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اتنا بھی خیال نہ کیا۔ کہ ہم شمی بھی اہل نجد کی خوشنودی کو مدنظر رکھیں گے۔ تو
روئے زمین کے چالیس کروڑ مسلمانوں کی دل شکنی ہوگی۔ اور جب تمدن مسلمان
اس کی طرفداری میں تھے۔ تمام بگڑ جائیں گے اور شیرازہ اسلام پہلے سے
بھی بڑھ کر بکھر جائے گا۔ دوسری باتوں کا اگر کچھ بھی پاس نہ تھا۔ تو اتنا ضرور
سمجھ لیا کہ آنحضرت علیہ السلام نے اپنے عہد رسالت میں کعبہ شریف کو از سر نو
تعمیر کرنا ملتوی رکھا تھا۔ صرف اس لئے کہ قوم میں بد دلی نہ پھیل جائے۔ اور
لوگ یہ طعنہ نہ دینے لگیں۔ کہ یہ نبی اچھا آیا ہے۔ کہ کعبہ ہی مسمار کر دیا ہے۔ مگر
کیا کریں اہل نجد کا خدا اور رسول الگ ہی معلوم ہوتا ہے۔ دوسروں کو اہل
اسلام ہی تصور نہیں کرتے۔ تو بھلا ان کی بات کیا سنیں گے۔ سچ ہے کہ اگر
کوئی مخالف اسلام سلطنت مشاہد متبرکہ کا ایک کونہ بھی مسمار کر دیتی تو اتنا
کہرام مچ جاتا۔ کہ خدا کی پناہ۔ لیکن اب انہوں نے ہی وہ کام شروع کر دیا جو
مخالف سے مخالف کی نسبت بھی ہم توقع نہ رکھتے تھے۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم ۔ کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد

۳۹۔ حال ہی میں ابن سعود کے حق میں ایک رسالہ شائع ہوا ہے جو
حضرت قریشی اور مولوی داؤد صاحب غزنوی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور
اس سے پیشتر حضرت علامہ سید سلیمان ندوی۔ اور دیگر حضرات نے بھی اسی
قسم کے مضامین شائع کرائے ہیں جن میں اس امر پر متفقہ طور پر توجہ
دلائی گئی ہے کہ قبروں کی بے حرمتی اسلامی نکتہ خیال سے کوئی چیز نہیں ہے
مگر حنفی تحقیق کے مطابق یہ تمام کارروائی ایک طرفہ اور غیر منصفانہ ہے۔ اور اسی
فتوے کے مطابق ہے جس پر گورنمنٹ سے انگریزی سکولوں کا الحاق بھی
ناجائز قرار دیا گیا تھا جس کا خمیازہ برادران ملت کو اٹھانا پڑا ہے اور جس کے

جبر و تشدد سے کئی مسلم بستیاں [illegible] ویران ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس مضمون کے متعلق سوال و جواب کے طور پر بحث کی جائے۔

پہلا سوال۔ کیا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو بتوں اور اونچی قبروں کے توڑنے کیلئے نہیں بھیجا تھا

جواب: بھیجا تھا۔ مگر دیکھنا یہ ہے۔ کہ وہ بت کیسے تھے۔ اور وہ قبریں کیسی تھیں۔ تواریخ اور احادیث کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگلی قوموں نے اپنے نبیوں اور ولیوں کے مجسمے (سٹیچو) اور قبروں کے مصنوعی بت بنا رکھے تھے جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے اور ان کے ارد گرد وہ تمام فرائض ادا کئے جاتے تھے جو بیت اللہ شریف کے ارد گرد ادا کئے جاتے ہیں۔ بیت اللہ شریف کو جب بتوں سے پاک کیا گیا تھا تو اس وقت آپ نے حضرت امیرؑ کو طائف وغیرہ کے بت خانے توڑنے کو روانہ کیا تھا۔ اب اس واقعہ سے مشاہد و مزارات کو بت خانہ تصور کرنا یا ان کو بت خانوں سے الحاق کرنا صرف زبردستی ہے۔ ورنہ سلطان محمود غزنوی کو کیا ضرورت تھی کہ ہندوستان میں سومنات کے مندر تو ڈھا سکا مگر حج کے موقعہ پر حرمین شریفین کے مندر بقول نجدی کیوں نہ توڑ ڈالے۔ شاید وہ جاہل ہوگا یا اس کے پاس کوئی مولوی یا عالم دین نہیں رہتا ہوگا۔ بہت خوب۔

دوسرا سوال۔ حضرت امیرؑ نے ابو الہیاج اسدی کو یہ حکم دیکر بھیجا تھا کہ جو بت ہیں مٹا دو اور جو اونچی قبریں ہیں ان کو زمین سے ملا دو۔

الجواب۔ قبر لفظ اسلام کا اعم ہی کی ذکر نہیں۔ بلکہ غور سے دیکھنے کے بعد یہ بھی خود حضرت امیر کے طرز عمل کا منافی ثابت ہے اور اس روایت کا اثر

یہی پہلی روایت کے حدود کے اندر ہے خود اس کے لفظ کو دیکھیں۔ کہ جو اونچی
اونچی قبریں ہیں مٹی سے زیادہ یہ قبریں مسلمانوں کی نہیں ہیں تو آپ فرماتے کہ
ایک بالشت بھر اونچی رہنے دو کیونکہ حسب الحکم جناب کے قبروں کو کوہان
کی شکل میں یا مربع مستطیل شکل میں بالشت بھر اونچی رکھنے کا حکم ہے۔ پھر
اسی روایت میں تماثیل اور بتوں کا بھی ذکر ہے۔ کیا مسلمانوں کے مقبروں میں
آپ کے عہد میں ہی بت داخل ہو گئے تھے؟ آپ نے تو یہ اعلان کیا تھا کہ
مکہ مدینہ میں اب شیطان کی عبادت کوئی بھی نہیں کرے گا۔ اس لئے شیطان کو
مایوسی ہو گئی ہے۔ مگر نجدی خیال کے مطابق یہ سب کچھ یوں ہی تھا۔

چوتھا سوال۔ حضرت ابوہریرہ دم مرگ وصیت فرماتے تھے کہ میری
قبر پر خیمہ نہ لگانا اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ نے حضرت عبد الرحمن
بن ابی بکر کی قبر پر خیمہ لگا ہوا دیکھا تو آپ نے اکھڑوا دیا تھا۔ اس سے
ثابت ہوتا ہے کہ قبریں ہمیشہ ننگی رہنی چاہئیے۔

جواب: علامہ ملا علی قاری اپنی مرقات کے تحت میں کہتے ہیں کہ
پہلے لوگ مرنے والے کی قبر پر ایک سال تک خیمہ لگوا دیتے تھے۔ تاکہ سال تک قبر
پر موجود رہ کر [illegible] کے بعد جب قبر بوسیدہ ہو جاتی تھیں تو وہ خیمہ اکھاڑ
لیتے [illegible] اسلام نے یہ رسم ختم کر دی اور اعلان کیا کہ مردے کو اس کے
عمل ہی کام آئیں گے۔ اسی بنا پر حضرت ابوہریرہ نے وصیت کی تھی کہ مجھے
ایسے خیمہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور حضرت عبد الرحمن مدینے سے فاصلہ
پر فوت ہوئے۔ وہاں ابھی تک یہ رسم جاری تھی کسی عورت نے خیمہ لگوا دیا
تھا۔ تو حضرت عبد اللہ بن عمر نے اس رسم بد کو روک دیا۔ اب اس روایت سے

اس سے صرف اس کا قول بلا دلیل صحیح نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر وہ شخص دلیل بیان کرتا۔ تو ہم اس پر تنقیدی نظر کے بعد فیصلہ کر سکتے کہ زیادہ قول درست ہے یا نہیں، ورنہ اگر صرف قول کا قول سے مقابلہ کرنا ہے تو مرقات شرح مشکوٰۃ کھول کر کتاب الجنائز آخر تک پڑھتے جاؤ تو جس جگہ حضرت ابن عمرؓ کا ذکر ہے۔ کہ انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی قبر سے خیمہ اتروا دیا تھا وہیں لکھا دیکھو گے۔ کہ سلف صالحین نے مشائخ اور اولیاء کے قبروں پر قبے بنانا ناپسند کیا ہے جس سے صرف یہی غرض ہے کہ زائرین آ کر آرام پائیں۔ اب آپ بتائیے۔ کہ قاضی خان کا قول زیادہ معتبر ہے یا تمام سلف صالحین کا کہ جن میں صحابہ تابعین اور تبع تابعین شامل ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی قبروں پر نہیں جاتے اور نہ ہی انکو ایصال ثواب کرتے ہیں اس لئے انکو سائے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

پانچواں سوال:۔ ملا علی قاری حنفی محدث لکھتے ہیں کہ بالشت بھر قبر اونچی رکھی جائے۔ اور اس سے اونچا رکھنا مکروہ ہے۔ اونچی ہو تو گرا دینا مستحب ہے۔

جواب:۔ ملا علی قاری نے یہ اپنا ذاتی فیصلہ نہیں لکھا بلکہ دوسروں کی رائے لکھی ہے کیونکہ اس عبارت سے پہلے قال العلماء کا لفظ موجود ہے۔ اور اس عبارت میں بھی آپ نے اس حدیث کی تشریح کی ہے۔ کہ جس میں حضرت علیؓ نے قبروں کو مٹی سے ملا دینے کا حکم دیا تھا۔ اور دوسری حدیثوں میں بالشت بھر اونچی رکھنے کا حکم موجود ہے۔ اس لئے یہ امر مشتبہ ہو گیا کہ قبر کو بالکل مٹی کے برابر کیا جائے یا بالشت بھر اونچی رکھی جائے؟

اس کے متعلق آپ سمجھتے ہیں۔ کہ مٹی سے لادنے کا حکم شدت کے طور پر
تھا۔ پھر ابن ہمام کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ یہ حکم ان قبروں کے
متعلق تھا جو وہ لوگ بہت ہی اونچی بنایا کرتے تھے۔ اور ان کی بنیاد دور
تک لیجاتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قبریں کو بہت اونچا کرتے
تھے جس کو اسلام نے دور کر دیا ہے۔ ورنہ اسلامی مقابر تو اس قسم کی نہ تھے اور
نہ ہی یہ امید ہو سکتا ہے کہ آپ کی موجودگی میں ہی مسلمان قد آدم سے
اونچی اونچی قبریں بناتے ہوں۔ عہد رسالت کے بعد بھی قبریں اونچی نہیں بنیں
اور جن مشاہد کی نسبت اس قسم کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ ان میں غور کرنے سے
صاف معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ قبر بالشت بھر مٹی کی بنی ہوئی اپنی جگہ تہ زمین
پر قائم ہوتی ہے۔ اس کے اوپر ڈاٹ لگا کر پختہ قبر کا نشان بناتے ہیں۔ پھر
اس نشان پر گنبد کی چنوائی ہوتی ہے۔ شاہان مغلیہ کے مقبرے سب کے
سب اسی طرح کے بنے ہوئے ہیں جن پر کوئی شرعی جرم عائد نہیں ہو سکتا
کیونکہ نہ یہ قبریں پختہ ہیں اور نہ قد آدم کے برابر یا اس سے اونچی ہیں۔ اور
ان کے اوپر جو کچھ بنا ہوا ہے۔ وہ سادہ امراء کی نشست و برخاست کے
لئے بنا ہوا تھا۔ اور یہ اجازت انہوں نے اس فتوے سے حاصل کی تھی
جو نور الحق علی قندی نے نقل کیا ہے۔ کہ مشائخ اور اولیاء کی قبروں پر قبہ
بنانا اہل سلف نے پسند کیا ہے۔

چھٹا سوال:۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے۔ کہ قبر پر چونہ لگایا
جائے۔ اور مٹی سے لپائی بھی نہ کی جائے۔ اور اس پر کوئی بنیاد بھی کھڑی نہ
کی جائے۔

جواب :- آپ کا یہ کہنا بالکل احادیث کے مطابق ہے اور اصلی حکم بھی ہے اور آپ چونکہ نہایت متقی پرہیزگار تھے۔ اس لئے آپ کی روایات اصلی احکام پر مشتمل ہیں۔ کہ جن کو احکام میں عزیمت کہتے ہیں۔ مگر دوسری قسم کے مسائل بھی ہیں کہ جن میں ضرورت زمانہ اور تبدیلی حالات کو مدنظر رکھ کر حکم دیا جاتا ہے۔ اس قسم کے احکام رخصت کہلاتے ہیں۔ دیکھئے وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے اور عزیمت۔ موزہ پہننا اور اس پر موزے کی بجائے مسح کرنا رخصت ہے۔ مسلم کو غیر مسلم سلطنت کے ماتحت رہنا رخصت ہے۔ اور وہاں سے ہجرت کرنا عزیمت ہے۔ امامت یا تعلیم دینیات کی اور مسجد پر تنخواہ حاصل کرنا رخصت ہے۔ اور بغیر تنخواہ یہ کام کرنا عزیمت ہے۔ غرضیکہ قبر کو بالکل سادگی میں رکھنا عزیمت ہے۔ اور اس پر گنبد وغیرہ بنانا رخصت ہے۔ خود ابو حنیفہ رح کا مقبرہ بغداد میں موجود ہے۔ اور دوسری صدی ہجری میں آپ کے مقبرہ پر گنبد بنوایا گیا۔ اس وقت آپ کے سینکڑوں شاگرد موجود تھے۔ کسی نے آواز نہیں اٹھائی۔ کہ آپ اسکو ناجائز کہتے تھے۔ کیوں بنایا جاتا ہے؟ اصل بات یہ تھی کہ آپ کی قبر پر لوگ کثرت سے زیارت کیلئے حاضر ہوتے تھے۔ اس لئے لوگوں کے آرام کے لئے اور قبر کی حفاظت کیلئے یہ سب کچھ سلف صالحین کے فتوے کے مطابق روا رکھا گیا تھا۔

ساتواں سوال :- امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ شریف میں دیکھا ہے۔ کہ آئمہ اسلام ان بنیادوں کو گرا دینے کا حکم دیتے تھے جو قبروں پر بنی ہوئی تھیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس فعل کی تائید حدیث سے بھی

ہوتی ہے۔ کہ اونچی قبریں مٹی سے ملا دینی چاہئیے۔

جواب یہ ممکن ہے۔ کہ عام قبروں کی نسبت یہ حکم نافذ ہوا ہو جو کہ صلحاء و
اولیاء کے مشاہد تو آپ کے زمانہ میں موجود تھے۔ ان کے گرانے سے متعلق
کوئی صریح فقرہ نہیں پایا گیا۔ اور نہ ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی رائے ان
ماموں کے موافق تھی یا مخالف۔ کیونکہ آپ نے صرف اتنا مشاہدہ بیان کیا
ہے کہ یوں ہوتا تھا۔ یہ بیان نہیں کیا کہ اس وقت اولیاء و صلحاء کے مقابر کے
متعلق بھی یہ فیصلہ ہو چکا تھا۔ کہ ان پر قبے نہ بنائے جائیں۔ خصوصاً جبکہ یہ بھی
معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا عہد امام ابوحنیفہؒ کے بعد ہوا ہے۔ اور آپ ایک دفعہ
آپ کے مزار پر بھی تشریف لائے ہیں۔ تو آپ کی نسبت آج تک یہ ثبوت
نہیں ملا کہ حضرت ابوحنیفہؒ کے گنبد کو دیکھ کر آپ نے ناراضگی ظاہر کی ہو یا کم
از کم تبلیغ اسلام کے طور پر اس کو خلاف شرع ہی قرار دیا ہو۔ بلکہ یہ طرز عمل
بھی اس فتوے کی تائید کرتا ہے جو ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ سلف
صالحین اصحاب۔ تابعین اور تبع تابعین نے نبی اور ولی کی قبر پر قبہ کھڑا
کرنا مستحسن سمجھا ہے۔ امام نووی شافعی امام مسلم کے باب الجنائز میں لکھتے ہیں۔ کہ
گر قبر کی چاردیواری اپنی پنے مقبوضہ احاطہ میں بنائے تو مکروہ ہے۔ ورنہ عام
قبرستان میں جہاں سب کا حق مساوی ہوتا ہے حرام ہے۔ کیونکہ ایک طرح کا
غصب ہو جاتا ہے اس لئے اسے گرانا واجب ہے۔ اب اس حدیث کی بنیاد ہی ملکیت
اور غیر ملکیت پر ہے۔ بت خانوں سے مشابہت پیدا کرنے پر نہیں ہے۔ اسلئے
بہت ممکن ہے کہ امام شافعیؒ نے ان مزارات کے گرانے کا مشاہدہ بیان کیا ہو جو
غیر کے حق میں بنائے گئے تھے۔ یا اس لئے کہ فضول اور بے فائدہ بنائے گئے

سے تھے جو قابلِ استعمال نہ تھے اور بلا ضرورت بنائے گئے تھے

آٹھواں سوال :- ابن حجر مکی اپنی کتاب الزواجر میں کبیرہ ۹۰ کے تحت
یہ لکھتے ہیں کہ اونچی قبروں کے گرا دینے میں جلدی کرنی چاہیے اور ان
قبوں کے گرانے میں بھی جلدی کرنی چاہیے جو قبروں پر ہیں کیونکہ یہ ضرار
سے بھی زیادہ مضر ہیں۔ کیونکہ ان کی بنیاد معصیت رسول میں ڈالی گئی ہے
اور واجب ہے کہ قبروں کے چراغ اور جھاڑ یا فانوس توڑ دیے جائیں۔

جواب :- ابن حجر مکی شافعی المذہب ہیں خود امام شافعیؒ کا فرمان ہے کہ
قبر کی بنائی میں حرج نہیں۔ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاریؒ نے اس حدیث
کے تحت میں کہ قبروں پر چونہ نہ لگایا جائے۔ بیان کیا ہے۔ کہ حسن بصریؒ بھی
بنائی کی رخصت دیتے ہیں۔ اور ان کے سوا بعض دوسرے اہل علم کا بھی
یہی خیال ہے۔ کتاب الزواجر میں ابن حجر مکی نے اپنی رائے ان لفظوں میں
ظاہر کی ہے۔ کہ جن احادیث میں چراغ وغیرہ کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اگر ان
سے یہ مراد لیا جائے کہ مقابر کی تعظیم مطلقاً ناجائز ہے۔ تو میرے نزدیک قرین
قیاس نہیں ہے (نقیہ نجد) اس ذاتی رائے کے بعد لکھتے ہیں کہ ان بعض
حنبلی مذہب کے پیروؤں اس امر پر زور دیتے ہیں کہ اونچی قبروں کے گرا دینے میں
جلدی کرنی چاہیے۔ اور ان قبوں .... کو گرا دیے جائیں
اس لئے زنہار حق کو ملحوظ رکھتے ہوئے گذارش کی جاتی ہے۔ کہ ابن حجر
مطلقاً قبے گرانے میں متفق نہیں ہیں اور جس عبارت سے شبہ پڑتا ہے وہ
کسی حنبلی کی نقل کی ہے۔ اور اس کا نام تک بھی نہیں لکھا۔ غالباً یہ قول
نجدیوں کا ہی ہوگا۔ کیونکہ وہی انہدامِ مقابر پر زیادہ زور دیتے ہیں اور پچھلے

بڑے میں امتیاز نہیں کرتے نبی ولی اور صلحا کے قبر ایک جگہ سے مستثنیٰ نہیں ہیں اور سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتے ہیں۔

نواں سوال صحیحین کی روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ قبر پر چونہ نہ لگایا جائے اور عمارت بھی کھڑی نہ کی جائے اور اس پر کچھ لکھا بھی نہ جائے۔

جواب :۔ اس حدیث کی شرح میں یوں لکھا ہوا ہے۔ کہ غالباً چونہ لگانے کی ممانعت صرف اس لیئے ہے۔ کہ یہ بھی ایک قسم کی زینت ہے۔ اس لیئے حسن بصری وغیرہ دوسرے صحابیوں نے لیپائی کی اجازت دی ہے۔ اور بقول شارح طیبی امام شافعیؒ بھی لیپائی کے قائل ہیں اور کتابت کی نسبت لکھا ہے۔ کہ قبر پر اللہ اور رسول کا نام یا قرآن نہ لکھا جائے۔ کیونکہ بے ادبی ہوتی ہے۔ اور علی ہذا القیاس یہ چیزیں مسجد کی دیواروں پر بھی لکھنی ناجائز ہیں ابن حجر کہتے ہیں۔ کہ ہمارے اماموں کے نزدیک مطلقاً قبر پر لکھنا ناجائز ہے خواہ میت کا نام ہی کیوں نہ ہو اور بعض کہتے ہیں کہ میت کا نام لکھنا امر شرعی ہے بالخصوص نیک اور صالح آدمی کا نام تو ضرور لکھنا چاہیئے تاکہ کچھ عرصہ کے بعد تک اس بزرگ کا تعارف تمام رہے کیونکہ کتابت کی ممانعت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ (دیکھو حاکم نے کہا ہے) اور یا اس حدیث کے یہ معنے ہیں کہ قدر ضرورت سے زائد نہ لکھی جائے۔ کتاب ازہار کا مصنف لکھتا ہے کہ کتابت اور چونہ کی ممانعت تنزیہی کراہت کے طور پر ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غرض صحیح ہو تو یہ تمام امور جائز ہیں یعنی کتابت بھی جائز ہے اور چونہ لگانا بھی جائز ہے۔

دسواں سوال۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں لعنت فرمائی ہے۔ جو قبروں کی زیارت کرتی ہیں پھر ان لوگوں پر جو وہاں چراغان کرتے ہیں اور ان پر جو قبروں پر مسجدیں بناتے ہیں یہ قبے اسی طرح کے ہیں اس لئے گرانے جانے چاہیے۔

جواب:۔ جاہلیت کے زمانہ میں جنازہ کے ساتھ عورتیں جاتی تھیں جیسا کہ آج کل ہندو مذہب میں ان کو اجازت ہے۔ پھر قبروں پر جزع فزع کرتی ہوئیں رونا پیٹنا دیر تک جاری رکھتی تھیں۔ اس وقت یہ بھی دستور تھا۔ کہ بزرگوں کے مزارات پر قبہ بنا کر اسی کو سجدہ گاہ بناتے تھے اور وہاں چراغان کرنا کار ثواب سمجھا جاتا تھا۔ اور وہ قبریں عموماً معبودوں کی قبریں ہوتی تھیں کہ جن کی وہ لوگ پرستش کرتے تھے مختصر یوں ہے۔ کہ وہ بت خانے تھے۔ جہاں یہ سب کچھ ہوتا تھا۔ اسلام نے یہ سب کچھ تبدیل کر دیا جیسے کہ آج تک بفضل خدا علی الدوام بدستور جاری ہے۔ نہ مسلمان عورتیں میت کے ساتھ جاتی ہیں نہ وہاں جاہلیت اور ہندو عورتوں کی طرح رونا پیٹنا کرتی ہیں اور نہ ہی کسی قبر پر قبہ اس غرض سے بنایا گیا ہے۔ کہ اسے مسجد تصور کر کے سجدہ گاہ بنایا جائے اور نہ ہی وہاں چراغان کرنا عبادت تصور کیا جاتا ہے۔ ہاں جاہل لوگ ایسے امور کے مرتکب ہوں تو ہم ذمہ دار نہیں ہیں اب اس حدیث کا مطلب اس طرح ترشنا کہ موجودہ قبے اسلام قابل مسمار ہیں کسی طرح درست نہیں نہ اس حدیث کی کوئی شرح اس کی تائید کرتی ہے اور نہ کسی امام کا کوئی قول موید ہے۔ ورنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا طرز عمل اس کے خلاف ہوگا۔ کہ خود آپ لوگوں کو زیارت کراتی تھیں حضرت قاسم

ابن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ زیارت کیلئے آئے تو آپ نے حضرت عائشہؓ کو وہاں جا کر کے پکارا تھا۔ اور درخواست کی تھی کہ حجرہ مقدس کی قبر النبیؐ ہے موجود ہے کہ زیارت کرائیں چنانچہ حضرت عائشہؓ نے تینوں قبروں سے پردہ ہٹا کر حضرت قاسم کو زیارت کرائی تھی۔ قبر کے پردہ کی نسبت تعجب ہو تو مرقات شرح مشکوٰۃ میں یہ لفظ دیکھو (عن عین مناظرۃ) جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قبر پردہ میں تھی اور جس طرح رات دن لوگ جوق در جوق زیارت کے لئے آتے رہتے ہیں۔ سوائے روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے مقابر پر اب یہ کہ روشنی کی صورت آبادہر اب کے متعدد سے متعلق کرنا سخت بری ہے۔

کیا رہواں سوال:۔ قبر پر چونہ لگانے یا پکے اور زیادہ کر دینے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ دیکھئے ابن حجر کی اپنی کتاب زواجر میں اس فعل کو گناہ کبیرہ ص۹۸ لکھا ہے۔

جواب:۔ اس سے متعلق آٹھویں سوال کے تحت میں تشریح کی جا چکی ہے۔ اور کیا اس حدیث میں یہ لفظ بھی موجود ہے کہ قبر پر زیادتی بھی نہ کی جائے (او یزاد علیہ) جس سے ہمارا مطلب بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ یہ جاہلیت کی رسم تھی کہ قبر کو اونچا بناتے تھے جس سے قبر ہی بجائے خود ایک عمارت نظر آتی تھی۔ یہ لفظ اسی مضمون کی تائید کرتے ہیں۔ چونہ لگانے کے متعلق بھی پہلے لکھا جا چکا ہے۔ کہ اسراف اور فضول خرچی کی وجہ سے ممنوع ہے۔ ورنہ عند الضرورت جس بزرگ کی یادگار قائم رکھنا منظور ہو تو اس کی قبر پر چونا لگانا ممنوع نہیں ہے۔ مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

بارھواں سوال :- رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قبور پر بنا کرنے سے ممانعت فرمائی ہے۔ اس لئے قبے کی تعمیر خلاف احادیث ہے۔

الجواب :- بیشک عام طور پر قبروں پر عمارات کھڑی کرنا نامناسب ہے بلکہ فضول خرچی میں داخل ہے۔ مگر اس عام ممانعت سے یہ مطلب نہیں ہے کہ اولیاء و صلحاء کی قبروں پر بھی قبہ بنانا ممنوع ہے۔ ورنہ آپ کا پہلا فرض تھا۔ کہ جس طرح آپ نے یہ فرمایا تھا کہ میری قبر کو بت بنا کر پرستش نہ کرنا اسی طرح آپ یہ بھی تصریح فرماتے۔ کہ میری قبر پر کوئی چھت یا چار دیواری بھی قائم نہ کرنا۔ تا زمانۂ خلیفہ وقت حضرت عمر بن عبد العزیز اموی کو سنہ ۔ ہجری میں جبکہ آپ کا حجرۂ مقدس بوسیدہ ہو کر گر گیا تھا دوبارہ منقش پتھروں سے تعمیر کرنے کی تکلیف نہ ہوتی۔ اس خیر القرون میں حجرہ مقدس کا بہترین صورت میں منقش پتھروں سے تعمیر پانا صاف اس امر کی دلیل ہے۔ کہ نبی اور ولی کی قبر اس ممانعت مذکورہ العدر میں داخل نہیں ہے۔ کیونکہ اس حجرہ مقدس میں ایک نبی کی قبر ہے۔ اور اس میں دو ولی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے لیٹے ہوئے ہیں اور چوتھی قبر کی جگہ خالی پڑی ہوئی ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کیلئے امانت رکھی گئی ہے۔ شروع میں اس مقبرہ کی مجاور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رہی ہیں۔ انہی کی اجازت سے قبر نبی اور قبر ولی کی زیارت کرائی جاتی تھی اور خلفائے راشدین کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس کی تعمیر کی تھی جیسا فقرہ ۔ میں مفصلاً گذر چکا ہے اب اس وقت کے متشددین کا یہ کہنا کہ قبروں پہ قبے بنانا۔ یا انکی زیارت کا اہتمام کرنا صرف بدعت اور یہودی کا بنانا ہے۔ یا وہ اسلام کا فعل نہیں ہے۔ ورنہ پہلے اسلام میں اس کا وجود نہیں ملتا۔ بالکل غلط ہوگا۔ کیونکہ تاریخ اسلامی کے رو سے قبر ولی اور قبر نبی

پر منقش پتھروں کی عمارت خیر القرون اور پہلی صدی کے اخیر تک بھی نظر آتی ہے
پھر معلوم نہیں کہ اس زمانہ سے پڑھکر کب اسلام اول پایا گیا تھا۔ کیا اسلام اول
سنہ ہجری سے پہلے پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔ اگر یہی بات صحیح ہے۔ تو اس زمانہ
کو خیر القرون کسطرح کہا جا سکتا ہے۔ اس مسئلے تمام واقعات پر مجموعی نظر
ڈالنے سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ مزارات اسلامیہ بت خانے نہیں ہیں۔

تیرھواں سوال :- کیا یہ صحیح ہے کہ گذشتہ ہزار بارہ سو سال کے عرصہ
میں بعض دوکانداروں نے خلاف شریعت بدعتیں بطور خود تیار کرکے اسلام میں
داخل کر دی ہیں اب حالت یہ ہے۔ کہ حجاز میں اسلام ثانی تو موجود ہے مگر
اسلام اول اور اصلی اسلام موجود نہیں رہا؟

جواب :- نجدی فرقہ کی یہ شکایت آج نہیں بلکہ ابن سعود اول کے
عہد حکومت سے برابر چلی آرہی ہے۔ جنھے دنیائے اسلام کو بدعتی اور مشرک قرار دیکر
حرمین شریفین پر اپنی تمام فوجی توپیں کھینچ ڈالی تھیں مگر اسوقت بھی بقول
اہل نجد اسلام ثانی کے پیروؤں کی خلیفہ نے ابن سعود کو صلیب پر چڑھا کر قتل
کروا ڈالا تھا۔ اب بھی دوسرا اسلام اگر کچھ توجہ کرے۔ تو پہلے اسلام کے نام لیوا
کو چنے چبا سکتے ہیں۔ مگر حکم الہی کا انتظار ہے کہ پردہ تقدیر سے کیا نمودار
ہوتا ہے۔ فارتقب انہم مرتقبون۔

چودھواں سوال :- ان لفظوں سے کیا مراد ہے۔ مکہ کے خیرات خور
مشائخ۔ ہندوستان کے پیرزادے۔ جاہل حاجی۔ تنگدل اور نفاق دوست ملا
اور مسلمانوں کی عام جہالت یہ امور ہیں جو ابن سعود کے خلاف ہیں اور
انگریزی حکومت کا ہاتھ سب کے اوپر ہے۔

الجواب: جو کہ سوالات کے دنوں میں ہم نے دیکھا ہے۔ کہ انگریزوں
کے خلاف اگر کوئی شخص تحقیق حق کے لئے بھی لب کشائی کرتا تھا تو شخص کا بائیکاٹ
اور بد سے بدتر الفاظ سے جلسے اور اعلان عبرت جمعہ جمعہ کے منبروں پر طعن
کیا جاتا تھا۔ اور صاف کہا جاتا تھا کہ یہ سرکاری آدمی ہے۔ حالانکہ آخر کو یہ
معلوم ہوا کہ ان کے ہی کچھ آدمی حکومت کے وظیفہ خوار تھے۔ اسی طرح اب
پھر بعض اونگائی طرح شروع کر دیا ہے۔ اور یہ ان کی عادت ہے۔ کہ اگر
یہ لوگ معلوم کریں کہ فریق مخالف میں کب جائیں تو وہیں مسلمان ہوتے ہیں جن کی زبان
سے بحث میں لفظ نکلتا ہے تو بحث شناخت آجاتی ہے۔ اور جو کہ اخباروں
میں اس قدر گالی گلوچ اور گندہ زبانی سے کام لیا جاتا ہے۔ کہ خدایا پناہ بخدا یہ
بھی ان کو اسلام اور ان سے ورثہ ملا ہوا ہے۔ مگر ہم سمجھتے ہیں کہ فحش گوئی
اخلاق رسول کے خلاف ہے۔ اور آپ نے صریح فرما دیا ہے۔ کہ مسلم کو گالی دینا
کفر ہے (سباب المسلم کفر) بہتان باندھنا گناہ کبیرہ ہے۔ اسی طرح اہل
سنت کے علماء کو منافق کہنا سرے سے تشدد ہے۔ غالباً ایسے الفاظ تو صرف
اس خاطر شائع کئے گئے ہیں کہ ہم اہل حدیث کی تقلید نہیں کر سکتے بلکہ ان کے
اس موجودہ مذہب کی تردید قرآن و حدیث اور اقوال سلف صالحین سے کرتے
ہیں۔ ہو جو تقلید ان کے ہاں خود شرک ہے۔ تو پھر معلوم نہیں ابن مسعود
کے اقوال کا کلمہ پڑھنا چہ معنی دارد؟ تحریرات خود ہی بالقرآن کا وجود تھا
میں زیادہ تر موجود ہے۔ جو لوگوں سے بحث ترک کر دو اگر دین جیت کر سکتے ہیں
لوگوں کے تعویذ اور دم و درود کو بے شک شعبدہ بازی بتا کر سکھاتے ہیں تو دیر میں تمام
ایسے لوگوں کو بخشا جاتے ہیں جو صاحب کشف کے معتقد ہوتے ہیں اور

کر آتا ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ ان سے پہلے پہلے سے ہی پہنچ گئے ہوں

سترھواں سوال:۔ کیا شاہ خود ساختہ ہیں بزرگوں نے صرف تن پروری کیلئے گھڑ لئے ہیں۔ اگر یہی درست ہے تو اس اسلام کو سلام ہے۔

جواب:۔ یہ تو ظاہر ہے کہ آپ کے عہد رسالت میں آپ کا روضہ مطہرہ تیار نہ تھا۔ اور نہ ہی اہل بیت کی موجودگی میں ان کے مزار کو یادگار قائم کرنے کی ضرورت تھی۔ اس پہ الزام بالکل بیجا ہے۔ کہ مزارات خود ساختہ ہیں۔ کیوں کہ زیارت کا فعل خود جناب رسالتماب صلے اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوتا ہے آپ جنت البقیع میں جاتے تھے۔ شہداء احد کے مزارات پر سال بعد تشریف لے جاتے تھے آپ کہ مکہ تشریف لے گئے تو آپ نے اپنی والدہ کی قبر تلاش کی آپ نے یوں بھی فرمایا ہے۔ کہ قبروں کی زیارت کیا کرو اور جو شخص اپنے والدین کی قبر پہ جاتا ہے۔ اسے مغفرت ہوتی ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ انسان کی عزت مرنے کے بعد وہی ہوتی ہے۔ جو اس کی زندگی میں تھی جو لوگ اہل بیت کی محبت سے خالی ہیں ان کے نزدیک وہ تمام انتظام مشاہد اور قیام مزارات قبر پرستی اور عین عبادت بغیر اللہ کے برابر ہے۔ ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است:۔

اٹھارھواں سوال:۔ کیا ابن سعود کا یہ کہنا درست ہے کہ اگر قرآن وحدیث عمل صحابہ اور ائمہ اربعہ کے فتوے قبہ کا جواز ثابت کر دیں تو جو قبے مسمار ہو چکے ہیں چاندی کے بنوا دوں گا۔ ورنہ میں اس فعل سے ایک انچ پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔

جواب:۔ نجدی اسلام دوسرے اسلام کی نفی کرتا ہے۔ اس لیے تو اصلاح

سلف صالحین کو بھی تقلید جائز عمل کفار قرار دیا ہے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت میں جو لفظ کہے جاتے ہیں۔ وہ سب شرک قرار دیئے ہیں اور ان تمام احادیث اور افعال صحابہ کا خلاف کرنا اپنی عین سعادت سمجھتا ہے جو زیارت قبور یا تعظیم اہل بیت کے متعلق ہیں بلکہ بعض دفعہ تو ایسے افعال صحابہ یا احادیث سے صاف ہی انکار کر دیتا ہے کہ یہ سب بناوٹ ہے۔ علامہ شامی اپنی کتاب رد المحتار میں لکھتے ہیں کہ یہ گروہ خارجیوں کی طرح ہیں کہ جنہوں نے جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر کفر کا فتوے لگا کر واجب القتل قرار دیا تھا اور آپ کے قتل کو کار ثواب سمجھتے تھے۔ ایک مورخ کا بیان ہے کہ عبد الرحمن ابن ملجم قاتل علی رضہ کو جب پکڑ کر قتل کیا جا رہا تھا۔ تو وہ سورۃ یسین کی تلاوت کرتا تھا اور کہتا تھا کہ آج مجھے وہ سعادت حاصل ہوئی ہے۔ کہ میں اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے واقعی ان کے نزدیک قبروں کا ثبوت تب ہی ہو سکتا ہے۔ کہ کسی خارجی نے لکھا ہو۔ ورنہ جب یہ مشہور ہے کہ سلف صالحین نے اس فعل کو جائز سمجھا ہے اور پسند فرمایا ہے۔ تو کس طرح یقین دلایا جا سکتا ہے۔ کہ اللہ اور خیر القرون کا طرز عمل بھی اسی کے موافق تھا شاید ائمہ اربعہ یا اصحابہ سلف صالحین میں شامل نہ ہوں!۔

انیسواں سوال:۔ کیا خالد بن ولید سپہ سالار ابن سعود کا یہ قول درست ہے جو اس نے اس وقت کہا تھا جبکہ اس کے بدوؤں نے مولد النبی کو مسمار کر دیا تھا کہ میں قسطنطنیہ کی ناراضگی کی کچھ پروا نہیں کرتا جبکہ میرا رسول مجھ پر ناراض نہ ہو۔

جواب:۔ کس ذی شعور کی عقل یہ گوارا کر سکتی ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کے مزارات مٹا دیں جو ہمارے سامنے ان کی زندگی کی تصویر کھینچ سکتے ہیں

مذہبی طرز عمل کو چھوڑ کر اقتصادی طور پر بھی یہ کہنا اور ایسے افعال کا مرتکب
ہونا سراسر ابن سعود والوں کی تقلید ہے۔ ہم اس وقت اس امر کو نظر انداز کرتے
ہیں کہ قبروں کی تعمیر یا ان کا ابقا موجب انجذاب اہل بیت ہے۔ مگر سیاسی
نقطۂ خیال سے ان کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ دنیا میں وہ بادشاہ ظالم
قرار دیا جاتا ہے جو خاندان سابقہ کی یادگاریں گرا کر ان کا نام و نشان مٹانے
میں کوشش کرے۔ اسی سلطنت سے کیا شاہی تصور ہوگی جو سلاطین ماضیہ
کی عمارتیں مسمار کرنے میں رضامندی ظاہر کرتا ہو اور بیخ و بن سے ان کی یادگاریں
اکھاڑنا چاہے۔ اس سلطنت سے بہتر اس صورت میں برطانوی حکومت ہوگی جو
باوجود مخالف مذہب کے مغلیہ خاندان کی یادگاریں قائم رکھی ہیں بلکہ اس کے
علاوہ ان کی درستی اور حفاظت میں لاکھوں روپیہ صرف کرتی ہے۔ اور یہ بھی
حکومت محسوس کرتی ہے کہ ان عمارات کو مسمار کرنے سے بالخصوص مسلمان رعایا
کے دل کو ٹھیس لگے گی جو مستقبل پر برا اثر پیدا کرنے کے علاوہ حاکم و محکوم کے
تعلقات کو نہایت ہی کمزور کر دے گی۔ اور نتیجہ یہ ہے کہ کوئی نظام سلطنت کے بھی
پاؤں نہیں ٹکتے جو تیمور لنگ کی طرح آندھی کی طرح خلق خدا کو تہ تیغ کرتی ہوئی
ادھر سے ادھر چلی جائے۔

بیسواں سوال:- بعض مزارات مصنوعی معدوم ہو گئے ہیں اور تاریخ
میں ان کا ثبوت نہیں ملتا۔ کیا ایسے مزارات مسمار کرنے میں کیا حرج ہے؟

جواب:- یہ سوال دوسرا ہے کہ آیا وہ سچے ہیں یا جھوٹے۔ سوال تو یہ
ہے کہ مقابر پر قبہ یا چار دیواری درست ہے یا نہیں۔ سو وہ احادیث اور قرآن
کے رو سے ثابت ہیں۔ باقی رہا یہ کہ تاریخ کا ثبوت ان کے خلاف ہے۔ تو
اس کا جواب یوں دیا جا سکتا ہے۔ کہ آخر وہاں کے باشندے وہاں کا تو [illegible] تو

آخر تاریخی ثبوت سے کم نہ ہوگا۔ کیونکہ تاریخ تو کسی شخص واحد کا قول ہوتا ہے۔ اور وہاں کا ثبوت تمام مورخین کا قول ہے۔

(۲۹) آخر میں ہم خلاصہ مطلب لکھتے ہیں کہ جس کی تائید میں مولوی عبدالباری صاحب لکھنوی کا ایک لمبا چوڑا مضمون تعزیہ جات کے عنوان میں۔ وکیل امرتسر مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۲۵ء کے پرچہ میں شائع ہوا ہے۔ کہ

(۱) روضہ نبویہ کے متصل ہی مسجد نبوی موجود ہے جو صاف ظاہر کرتی ہے کہ قبر کے پاس مسجد کا ہونا خلاف اسلام نہیں ہے۔ ورنہ سب سے پہلے اس مسجد کو مسمار کرنے کا حکم ہوتا کیونکہ بعد میں اس نے یہ شکل اختیار کر لی تھی

(۲) روضہ نبویہ میں دو ولی حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ بھی مدفون ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اولیاء و مشائخ کے قبور کے پاس بھی مسجدوں کا وجود اسلام نے تسلیم کیا ہے۔

(۳) روضہ اطہر پر آپ کے دفن ہونے سے پہلے چھت موجود تھی ایک دفعہ قحط پڑ گیا تھا۔ تو حضرت عائشہؓ نے اس میں تھوڑا سا سوراخ کر دیا تو باران رحمت نازل ہوئی تھی جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اہل قبور سے استمداد جائز ہے۔

(۴) اسی روضہ اطہر میں حضرت عمر اور حضرت ابوبکر مدفون ہوئے ہیں تو اس وقت بھی چھت اور دیواریں موجود تھیں اور قبہ چار دیواری اور چھت کا ہی نام ہے۔ ورنہ گنبد کا ہونا قبہ کے لئے ضروری نہیں ہے۔ یہ قبہ مبارک شعائر اسلامی ہے۔

(۵) قرآن شریف میں اصحاب کہف کے متعلق صاف لکھا ہے۔ کہ اس وقت کے لوگوں نے یہ آرزو ظاہر کی تھی کہ ہم ان کی قبروں پر قبہ بنائیں اور مسجد

تعمیر کریں۔ اور اس کی نفی قرآن شریف میں موجود نہیں ہے۔

(۶) قبہ خضراء ۹۱ھ ہجری میں خلیفہ خاص حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سفید اور منقش پتھروں سے تعمیر کرایا تھا۔ یہ زمانہ خیر القرون میں شامل ہے۔ اس وقت صحابہ موجود تھے۔ تابعین حاضر تھے مگر کوئی معترض نہیں ہوا۔

(۷) بیعت الرضوان جس درخت کے نیچے ہوئی تھی اس درخت کے پاس مسجد قائم کی گئی تھی۔ گو درخت کٹوا دیا تھا مگر وہ مسجد اس کی یادگار میں قائم رہی اور وہ زیارت گاہ صحابہ میں موجود رہی۔

(۸) قبروں کے متعلق چبوترہ یا چاردیواری کی ممانعت صرف اس صورت میں ہے کہ اس قبر کے متعلق اہل اسلام کو نقصان پہنچتا ہو کیونکہ اس وقت وہ فضول خرچی میں داخل ہے۔ ورنہ جن قبروں پر لوگ زیارت کیلئے جمع ہوں یا ایصال ثواب کیلئے جمع ہوتے ہوں وہاں یہ سب ان ضرورتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے جائز ہے۔

(۹) اہل اسلام کے ہاں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ احادیث یا آیات میں جن احکام کی خلاف ورزی میں کوئی عذاب یا سزا مذکور نہیں وہ وجوب کے درجہ تک نہیں پہنچتے اور ان سے اباحت قائم رہتی ہے۔ اس لئے قبور کے متعلق پردہ، دیوار، بنیاد وغیرہ کے متعلق جو ممانعت کے لفظ ہیں وہ صرف فضول خرچی پر مبنی ہیں ورنہ ان کی خلاف ورزی میں کوئی عذاب یا سزا نہیں ہے اور اگر فضول خرچی منظور نہ ہو تو یہ سب کچھ جائز ہے۔

(۱۰) قبروں پر پردہ لگانا بھی جائز ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ نے پردہ ڈال کر اپنے حجرہ کی تین قبروں کی زیارت کروائی تھی اور یہ واقعہ خود صحابہ کے زمانہ میں تھا۔ اس لئے قبروں پر غلاف وغیرہ ڈالنا عہد صحابہ کا طرز عمل ہوگا

(۱۱) قبروں کو مٹانے اور قبوں کے گرانے کے متعلق جو احادیث وارد ہیں
وہ صرف غیر اسلامی مقابر اور قبوں کے متعلق ہیں جن میں بت پرستی ہوتی تھی
اور وہ بت خانے بنے ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے روز حضرت علی کو آپ نے
ایسے بت خانے توڑنے کیلئے روانہ فرمایا تھا۔ اب مقابر اہل اسلام کو بت خانوں
سے نسبت دینا نہایت قابل شرم بات ہے۔

(۱۲) بعض لوگ غلطی سے ان قبروں کے آس پاس بھی چار دیواری
بناتے تھے کہ جن کی زیارت کو کوئی شخص بھی نہیں آتا تھا یا دوسروں کی
جگہ دبا لیتے تھے۔ اس لئے ان کو گرایا جاتا تھا۔ ورنہ ان میں کسی صحیح
ولی یا نبی کی قبر کا ذکر نہیں۔

(۱۳) اگلے زمانہ میں قبر کی طرف رخ کر کے سجدہ کرنا عبادت سمجھا جاتا تھا
اور بعض دفعہ خود قبروں کے قریب ہی مسجد بنایا جاتا تھا۔ اسلام نے اس کے بجائے
قبر کے پاس مسجد بنانے کا طریق جاری کیا ہے۔ جو کسی طرح بھی بت پرستی
یا قبر پرستی سے مشابہت نہیں رکھتی۔

(۱۴) کسی کی جائداد یا مکان تباہ کرنے سے کسی زندہ کو تکلیف ہوتی ہے
تو بعد مرگ بھی احادیث کے رُو سے ویسی ہی تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے قبوں
کا گرانا اہل بیت کی ایذا رسانی میں داخل ہے۔ اور اہل بیت کی ایذا رسانی
خود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی ہے جو خدا کی ایذا رسانی تک
پہنچتی ہے۔

(۱۵) اگر قبہ یا مزارات کی بندش نہ کی گئی تو وہ دن کہیں دور نہ ہوں گے۔ کہ
نجدی جذبہ توحید میں آکر بیت اللہ شریف کی دیواریں بھی مسمار کر دیں کیونکہ دیوار
پرستی کا شبہ عائد ہوتا ہے۔ اس لئے تمام مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ کم از کم

اظہار ناراضگی کی اطلاع ضرور شائع کر دیں۔

(۱۶) کسی مقام پر کوئی غلطی سرزد ہو رہی ہو تو اس کا علاج یہ نہیں ہوتا کہ اس مقام کو ہی صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ بلکہ اس غلطی کا ازالہ لازم ہوتا ہے مکہ میں ۳۶۰ بت تھے تو آپ نے بت توڑ دیئے تھے۔ مگر بیت اللہ شریف کی ایک اینٹ بھی نہیں ہلائی تھی۔ جہاں بدستور بھی پہلے ہی بحال رہنے تھے

(۱۷) خطرہ ہے کہ اگر کچھ مدت یہی حکومت رہی تو ان کا مرتبہ ہی بہت سی تخفیف کی جائے گی۔ کیونکہ اس میں کچھ احکام ایسے بھی ہیں کہ بزرگوں کی یادگار قائم کرنے کے متعلق ہیں۔

(۱۸) احادیث اور فقہ کی کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ قبروں پر قبے اور عمارت بنوانی علمائے اسلام اور اسلاف کرام نے مستحسن سمجھا ہے۔ جس کسی کو شک ہو تو تفسیر روح المعانی۔ مرقات شرح مشکوٰۃ اور رد المحتار وغیرہ دیکھ سکتا ہے

(۱۹) ابن سعود کو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صحیح جانشین تصور کیا جاتا ہے۔ مگر یہ بات بالکل غلط ہے بلکہ یہ شخص معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی غیر مسلم طاقت کے بازوؤں سے مسلمانوں کی ہستی مٹانے میں کوشش کر رہا ہے غیر مسلم چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی ہستی مسلمانوں کے ہی ہاتھوں مٹ جائے اس کی تائید اس فقرہ سے ہوتی ہے۔ جو تقاریر مولانا مولوی محمد علی صاحب جوہر رئیس الاحرار مطبوعہ عتیق المطابع دہلی کے حصہ دوم میں صفحہ ۶۷ پر درج ہے کہ اگر کسی وقت شریف کو اور امیر فیصل برطانیہ کے خلاف ہو جائیں تو بطور حفظ ماتقدم ایک دوسرے شخص کو بھی تیار کر لیا ہے۔ اور وہ ابن سعود ہے جسے ۶ ہزار پونڈ (نو لاکھ روپیہ) سالانہ دیئے جاتے ہیں۔ تاکہ بوقت ضرورت اس کو شریف کی جگہ بٹھایا جائے۔"

(۲۰) اہل اسلام نے بعینہٖ اس طرز عمل کو خلاف اسلام سمجھ کر ایسے افعال کے
مرتکب کو مستوجب قتل سمجھا تھا جبکہ موجودہ ابن سعود کا جد امجد حرمین
شریفین پر خارجی مذہب کے مطابق مسلمانوں کی مسجدیں مسمار کر رہا تھا
اور روضہ نبویہ کو جسے وہ بت خانہ سمجھتے ہیں مسمار کرنے پر آمادہ تھا لیکن نہیں ہو
سکا تھا۔ مگر اس کے پوتے ابن سعود نے یہ کام پورا کر دیا ہے۔ چہ اگر پدر نتواند
پسر تمام کند۔

(۲۱) زرقانی شرح مواہب لدنیہ، لمعات شرح مشکوٰۃ، مرقات، طیبی اور فقہ
حنفیہ کی دوسری معتبر کتابیں دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ قبروں کے
پاس ایصال ثواب کیلئے قرآن شریف پڑھنا۔ اور ان قاریوں کے لئے
مسجد، مکان یا خیمہ اور دوسری ضروریات بہم پہنچانا ممنوع نہیں ہے۔

(۲۲) جو شخص قبروں کی طرف سفر زیارت کرنے کو ممنوع سمجھتا ہے وہ
احادیث نبویہ کے خلاف ہے۔ اتنا بھی خیال نہیں کرتا کہ آپ شہداء کے احد
کی فاتحہ خوانی کے لئے جاتے تھے اور آپ نے والدین کی قبر کے متعلق زیارت
کو مغفرت کا باعث قرار دیا ہے کیا ہر ایک کے والدین کی قبر گھر میں ہی ہوتی
ہیں؟

(۲۳) ابن سعود شریف مکہ و دولت گورنمنٹ کے وظیفہ خوار رہے ہیں اور اب تک کافی
وظیفہ لیتے ہیں پھر یہ کیا وجہ ہے کہ زمیندار شریف مکہ کا فرار معتوب قرار دیتا ہے اور
ابن سعود کی تعریف میں رطب اللسان رہتا ہے۔ اور سب سے پہلے خود زمیندار اپنے پرچوں
میں متعدد مرتبہ ابن سعود کی [illegible] اور غداری کی [illegible] [illegible] کا ثبوت
دے چکا ہے۔ اس لئے نہ ابن سعود قابل امانت ہے اور نہ زمیندار قابل
اعتماد۔ ذرا ناظرین ابن سعود کے گزشتہ کارناموں کی طرف خیال فرمائیں۔

احادیث اور اقوال فقہ کا ایک رخ دکھلایا جاتا ہے۔ اور تنظیم مشاہد کا دوسرا رخ پردہ راز میں
چھپایا جاتا ہے۔ اور اس کے ہوا خواہوں نے جو دشمن اہل بیت نجدیہ جو بھری مجلسوں
میں تبرا کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور چھوٹے چھوٹے رسالوں میں تنظیم مشاہد کو اصل اسلام
سے خارج کر کے دوسرا اسلام جو ان کے خیال میں ہے شائع کر کے کفر لیا ہے۔ قرار
دینے لگ گئے ہیں۔ گویا ضمنی طور پر محبان اہل بیت کو خارج الاسلام تصور کیا جاتا
ہے۔ اور ان کے موجودہ طرز عمل کو کفر و شرک کا باعث تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ
بات یاد رہے۔ کہ اگر ان کے ارادے اور تجربے کچھ مدت مسلمانوں کو مشرک قرار دیا جائے
تو تمام حریت آزادگان قوم کی ان تمام امیدوں پر پانی پھر جائیگا۔ جو اتحاد فی الدین
اور اتفاق بین الاقوام کو ملحوظ رکھ کر ذہن میں جمائے بیٹھے ہیں۔ افسوس ان اہل
تفرقہ اندازوں نے تنظیم مشاہد اسلامیہ کا اتنا بھی خیال نہیں کیا۔ کہ جسقدر ترک
موالات کے دنوں میں معابد ہنود کی نسبت روا رکھا گیا تھا۔ اس وقت تو
خود ان کی پرستش گاہوں میں نماز ادا کرنا باعث فخر سمجھا جاتا تھا۔ اور فی الفعل
فی العمل کے جوش میں اسلامی منبروں پر دشمنان اسلام کو وہ وقعت دیجاتی تھی
کہ آج ابن سعود کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔ اور مساجد مقدسہ کو کفر و شرک
کی آلودگیوں سے اس قدر ملوث کیا جاتا تھا۔ کہ شریف حسین کی ہستی کو خیرباد
وغیرہ کا بھی مقابلہ نہیں سمجھتے تھے۔ رفتہ رفتہ وہ تحریک بیٹھ گئی۔ اور آج ابن سعود
کے ہوا خواہوں نے صرف ابن سعود کی تقلید میں انہدام مقابر کے متعلق پر زور تحریروں
سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ ان کا یہ طرز عمل اسوۂ عمل صحیح ہے۔
اور تنظیم مقابر یا ان کے متعلق نعت اور عمارتوں کا جواز درحقیقت احیائے رسوم
مشرکانہ ہے۔ جس کے ثبوت میں خود ابن سعود نے مجموعہ کتاب التوحید صفحہ ۹۰
پر لکھا ہے۔ کہ جو شخص تبرک اسکے پر آمادگی بھی ظاہر نہ کرے۔ وہ کافر ہے۔

اسلام میں جاری تمام ترقیاں محدود صورت میں نہ تھیں۔ رفتہ رفتہ وسیع ہو کر انتہا
پر پہنچ گئیں۔ قرآن شریف کھجور کے پتوں، ہڈیوں کی کڑیوں اور چمڑوں پر
لکھا جاتا تھا جس عہد میں تعمیر ہونے شروع ہوئے۔ اسی عہد میں حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ نے قرآن کو کتابی صورت میں جمع کیا تھا۔ پھر حجاج بن یوسف
نے حرکات و سکنات نکات تیس پارے، رکوع وغیرہ کے مقرر کئے۔ جس
سے غیر ممالک کے مسلمانوں کو سہولت ہو گئی۔ ہندوستان میں اس کے تفسیر
اردو و فارسی کا ترجمہ بھی لگا دیا گیا۔ رفتہ رفتہ آج یہ حالت ہے کہ طرح طرح کی
گلکاریاں، حواشی، تاریخی نوٹ اور تشریحی ترجمے بھی جس قدر شامل کئے جائیں
معیوب نہیں سمجھے جاتے۔ وہ اصل حکم یوں تھا کہ قرآن کریم میں کوئی غیر
چیز ترسیخ نہ ہونے پائے۔ اس کی موجودہ صورت مخالفانہ جہت سے جو نئے تصور
نہیں کی جاتی۔ بلکہ یوں کہا جاتا ہے کہ یہ اس کی تکمیلی صورت ہے۔ علی ہٰذا
القیاس مسجدیں بھی اینٹوں کی تھیں۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں ان میں پختگی
ہونی شروع ہو گئیں اور آج سلاطین نے بیل بوٹے اور دیگر مزید بات بھی شامل
کر دی گئی ہیں۔ مینار اور گنبد اس قدر اونچے ہو گئے ہیں کہ آسمان سے
باتیں کرتے ہیں۔ آغاز اسلام میں عورتیں بھی مسجد میں شامل جماعت ہوتی
تھیں۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ان کو ممانعت کی گئی۔ جمعہ کے خطبہ
عثمانؓ سے پہلے صرف ایک اذان تھی۔ مسلمانوں کی کثرت ہوئی تو دوسری اذان
بھی ایزاد ہوئی جو مینار پر کہی جاتی ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی مالی حالت
ناگفتہ بہ تھی۔ رفتہ رفتہ قیصر و کسریٰ کے خزانوں پر قابض ہو کر عالی شان
عمارتوں میں رہنے لگے۔ اور خورد و نوش کے وہ انتظام کئے گئے کہ قرون
اولیٰ کے مسلمانوں کے خواب و خیال میں بھی نہیں گزرے تھے۔ الغرض

یہ تمام تکمیلی حالتیں مسلمانوں نے صرف اپنے آرام اور زیبائش کے لئے پیدا
کی تھیں۔ ورنہ اسلام نے ان کو کوئی صریح حکم نہیں دیا تھا کہ فلاں وقت تم
قرآن کو یوں لکھنا مسجد کے مینار اتنے اونچے کرنا یا اپنے تمدن کے اسباب
کو یہاں تک پہنچانا وغیرہ وغیرہ اسی طریق پر موجودہ سوال بھی حل ہو
سکتا ہے۔ کہ آغاز اسلام میں قبور اسلام بھی نہایت سادہ حالت میں تھیں
اب جوں جوں مسلمانوں کی حالت اچھی ہوتی گئی اور مشاہیر اسلام زیر زمین
بسیرا کرتے گئے۔ توں توں ان کا نام زندہ رکھنے کے لئے اور ایصال ثواب
کے واسطے وہاں پر اپنی نشست و برخاست کے لئے تمام ضروریات کا
بہم پہنچانا مناسب سمجھا گیا۔ سچ پوچھو تو جس قدر ہم مسجدوں مشاہد و مزارات
یا قرآن کی زیب و زینت کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ انھیں سب سے
پہلے مکلف نگاہ و اپنے ذاتیات ہی ہوتے ہیں ورنہ اسلام ہمیں ان پر مجبور نہیں
کرتا۔ کون امیر گوارا کر سکتا ہے کہ زرق برق کی پوشاک پہنے ہوئے کچی اینٹوں کی مسجد
میں نماز ادا کرے کہ جس کی چھت پر کھجور کی شاخیں پڑی ہوں اور بارش میں ٹپک رہی ہو پھر
گرمی کے دنوں میں نفیس صوفوں کی بجائے سپید بچھی ہوئی کنکری تمازت آفتاب سے اس قدر گرم
ہو کر پڑے کہ بغیر وہاں پاؤں بھی ٹک سکتا ہو اور وہ کون قدامت پسند اسلام اول کا
مدعی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح اپنے اعزازی مناصب پر چمڑے سے پیوند لگائے

کر کرکٹ کے بغیر وہاں پاؤں بھی ڈال سکتا ہو اور وہ کون قدامت پسند اسلام اول کا
مدعی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح اپنے اعزازی مناصب پر جیب سے پیوند لگائے
ہوئے پیراہن سے جلوہ گر ہو سکے یا وہ کونسی ہستی ہے کہ قرآن مجید کو موجودہ رنگین اور مطلا مجلد
ہی چھوڑ کر پرانی ہڈیوں پر لکھا ہوا پسند کرتا ہے۔ کیا وہ گوارا کرے گا کہ اپنے والدین کی
قبر پر زیارت کرنے کو جائے اور قیمتی پوشاک کو کورٹ کرکٹ کی نذر کرے۔ ہاں یہ
بات دوسری ہے کہ ایک آزاد طبع مسلم خلاف احادیث نبویہ عملی طور پر نہ والدین
کی قبر پر جانا ناپسند کرتا ہے۔ نہ اولیاء و مشائخ اور انبیاء و اصفیا کے مشاہد و مزارات